بارش وسیلاب

درسِ موعظت وعبرت

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دار العلوم رشیدیہ وصدر دار الافتاء والارشاد حیدر آباد

ناشر

دار العلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدر آباد

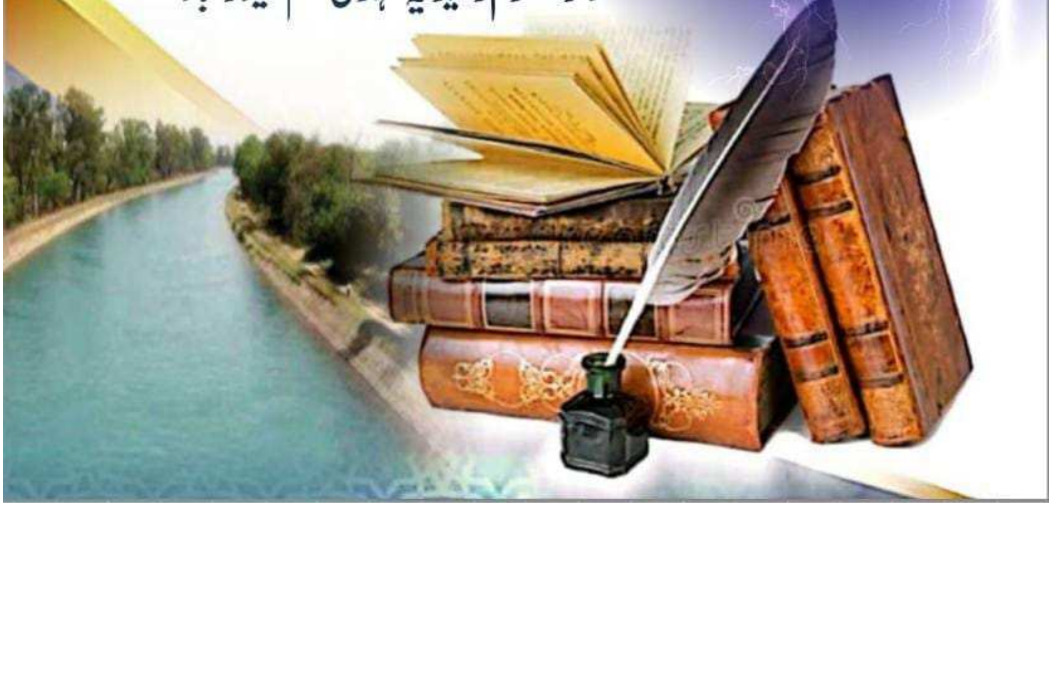

بارش وسیلاب درسِ موعظت وعبرت

ترتیب
مفتی احمداللہ نثار قاسمی
خادم دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

ناشر
دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآبا

فہرس

طوفانی بارش۔قرآنیات اوراحادیث

کائنات کی جامع ترین نعمتیں	۷
بارش انسانوں کی پیاس بجھانے اور پاکی کاذریعہ ہے	۷
بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں	۸
آسمانوں سے میٹھاپانی کون نازل کرتاہے؟	۸
بادل کون بناتاہے؟	۸
پانی اورقدرت الٰہی	۱۱
پانی کی حفاظت کے بہترین ذریعہ	۱۲
آبی چکراورسائنس	۱۲
بارش کیسے ہوتی ہے؟	۱۴
بارش کی رفتارکتنی ہوتی ہے؟	۱۵
بارش کے ہرقطرے کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتاہے	۱۶
بارش کوغیراللہ کی طرف منسوب نہ کریں	۱۷
بارش کوبرامت کہو	۱۸
بارش انسان کی ضرورت ہے	۱۸
بارش کےفوائد	۱۸
بارش نہ ہونے کےنقصان	۱۹

بارش زیادہ ہونے کا نقصان	۱۹
بارش کے نہ ہونے کی وجوہات	۲۰
نافرمانی کا نتیجہ	۲۱
ہر سال بارش کی مقدار یکساں ہوتی ہے	۲۱
اپنے حصے کی بارش نہ ملنے کی وجہ	۲۲
ہوا چلنے کے موقع پر آپ ﷺ کا عمل	۲۳
بادل کے موقع پر آپ ﷺ کا عمل	۲۳
بارش برسنا شروع ہوتو آپ ﷺ کا عمل	۲۴
جب بارش سے خطرہ محسوس ہوتو آپ ﷺ کا عمل	۲۴
بادل کی گرج سننے پر آپ ﷺ کا عمل	۲۵
عہد نبوی ﷺ میں بارش کا واقعہ	۲۵
آپ ﷺ کے چہرے کی رونق سے بارش مانگی جائے	۲۶
بارش ختم ہونے پر یہ دعا پڑھیں	۲۶
بارش کے موقع پر دعاء کا فائدہ	۲۷
بارش برستے وقت دعاء قبول ہوتی ہے	۲۷
مناسب بارش میں جانا مستحب ہے	۲۷
بارش اور بنی اسرائیل کے تین نوجوانوں کا قصہ	۲۸
تربیتی پہلو	۲۸

حضرت ایوب علیہ السلام پر بارش میں سونے کی ٹڈیاں	۳۰
طوفانی بارش سے قوم نوح پر عذاب	۳۱
طوفانی بارش سے قوم سبا پر عذاب	۳۲
قوم سبا کے انجینئر	۳۳
طوفانی بارش سے قوم عاد پر عذاب	۳۶
طوفانی بارش اور سیلاب ۔اسباب واسباق	
طوفانی بارش کا ذمہ دار مسلمان ہے	۳۹
موسم وطوفان کا نام دیکر اپنے گناہوں پر پردہ نہ ڈالا جائے	۴۰
غیر معمولی واقعات سے سبق سیکھیں	۴۱
طوفانی بارش نے بتادیا کہ انسان کتنا کمزور ہے	۴۳
طوفانی بارش نے اعتدال کا سبق دیا	۴۵
انسانی زندگی میں اعتدال ضروری ہے	۴۶
بارش نے راستوں کے حقوق واہمیت سکھلادی	۴۸
موسم کی تبدیلی عبرت وسبق کا مقام	۵۰
سیلاب اور ہماری ذمہ داری	۵۰
بارش میں نوجوانوں کے نام اہم پیغام	۵۲
امدادی چیزیں دیتے وقت ویڈیو بنانا	۵۳
مسلمان چلتا پھرتا میڈیا ہے	۵۴

سیلاب اور حکومتی ذمہ داری	۵۴
جاپان سے سبق سیکھیں	۵۵
سیاست سے زیادہ انسانیت کی فکر کریں	۵۶
مصیبت کے وقت خدمتِ خلق بے غرض بن کر کریں	۵۷
اپنی محنت قبول کروانے کی فکر کریں	۵۸
خدا کرے ہماری بے حسی بھی کسی طوفان کی زد میں آجائے	۵۸
درستگیٔ اعمال اور کثرت استغفار	۶۰
سیلاب زدگاں سے کچھ باتیں	
صبر وصلاۃ کا اہتمام	۶۲
حالات کی وجہ سے ناامید نہ ہوں	۶۳
حالات وحوادث کو دوام نہیں	۶۳
مشکل حالات میں رب کو نہ بھولیں	۶۴
اللہ سے حسن ظن بڑھائیں	۶۴
موجود پر شکر کریں	۶۵
خلاصہ	۶۶
بارش میں سڑک کے پانی کا حکم	۶۷
بارش کے پانی سے شفا ایک حدیث کی تحقیق	۶۷
بارش کے پانی کو بطورِ علاج استعمال کرنا	۷۰

طوفانی بارش ۔قرآنیات اوراحادیث

کائنات کی جامع ترین نعمتیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی کے ذریعے عدم سے تمھارے لیے پھلوں کی غذا نکالی، تو اب تو اللہ کا مقابل نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے بوجھتے ہو۔

آیت میں آفاقی نعمتوں کو ذکر کیا گیا جس سے تمام اقسامِ نعمت کا احاطہ ہو جاتا ہے؛ زمین کو انسان کے لیے فرش بنا دیا، نہ پانی کی طرح نرم ہے، جس پر قرار نہ ہو سکے اور نہ لوہے، پتھر کی طرح سخت کہ اسے آسانی سے استعمال نہ کر سکیں بل کہ ایسا بنایا گیا، جو عام انسانی ضروریاتِ زندگی میں کام آسکے، آسمان کو چاند ستاروں سے ایک مزین چھت بنا دیا، آسمان (بادلوں) سے پانی برسایا۔ محاورے میں اوپر سے آنے والی چیز کو آسمان سے آنے والی کہہ دیا جاتا ہے۔ اس پانی کے ذریعے پھل پیدا کیا، پھلوں کو انسان کی غذاء بنایا؛ مذکورہ چار نعمتوں میں سے پہلی تین تو ایسی ہیں کہ ان میں انسان کی کوشش وعمل تو دور، خود اس کے وجود کو بھی دخل نہیں، انسان کا نام ونشان بھی نہیں تھا، جب زمین وآسمان پیدا ہو چکے تھے اور بادل وبارش اپنا کام کر رہے تھے۔ (۲)

بارش انسانوں کی پیاس بجھانے اور پاکی کا ذریعہ ہے

بارش نہ صرف پودوں اور پھلوں کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہے؛ بلکہ انسان کی پیاس

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۲

(۲) مستفاد: از معارف القرآن ۱/ ۱۳۶-۱۳۵۔

بجھانے کاسامان بھی ہے :"هو الذی أنزل من السماء ماء لكم منه شراب"(۱)اسی سے ہمارے جانوروں کے لئے بھی پانی کا انتظام ہوتا ہے كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِأُولِي النُّهَى۔(۲)

نیز یہ انسان کے لئے پاکی کا ذریعہ بھی ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا(۳)

جو ظاہری گندگی کے ساتھ ساتھ فضائی آلودگی کو بھی دور کرتا ہے،غرض کہ پانی اور ہوا دو ایسی نعمتیں ہیں،جن پر کائنات کی تمام مخلوقات کی زندگی موقوف ہے۔

بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں

بارش رحمانی نظام اور رحمت الٰہی ہے،بارش کا تذکرہ عموماً رحمت ہی سے کیا گیا ہے، رحمت میں رحمت کا ہونا یا نہ ہونا اللہ کی منشاء ومرضی پر موقوف ہے،یہ کہیں پر رحمت ہے تو کہیں پر عذاب ہوتی ہے،اللہ نے بعض انسانوں کو پانی سے ہی ہلاک کیا ہے،اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔"

﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا ، لِّنُحْيِۦ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ، وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ، فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾(۴)

---

(۱)نحل:۱۰

(۲)طٰہٰ ۵۴:

(۳)الفرقان:۴۸

(۴)الفرقان:۴۷-۵۰

ترجمہ :اوروہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا، تاکہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں اور اسے اس مخلوق میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پلائیں، اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر نازل کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے سوا کچھ نہیں مانا۔

آسمانوں سے میٹھا پانی کون نازل کرتا ہے؟

ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لاؤ۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھارا کردیں، جیسے :سورہ واقعہ میں فرمان ہے کہ جس میٹھے پانی کو تم پیا کرتے ہو اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کردیں تعجب ہے کہ تم ہماری شکرگزاری نہیں کرتے اور آیت میں ہے اسی اللہ نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا ہے، تم اس کے خازن، مانع اور حافظ نہیں ہو، ہم ہی برساتے ہیں ہم ہی جہاں چاہتے ہیں، پہنچاتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، محفوظ کردیتے ہیں، یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا، بچایا، میٹھا کیا، ستھرا کیا تاکہ تم پیو، اپنے جانوروں کو پلاؤ، اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ، اپنی ضرورتیں پوری کرو۔

”أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ“(۱)

بادل کون بناتا ہے؟

قسم ہے آسمان کی جو (پانی) کو لوٹاتا ہے اپنے چکر میں۔

---

(۱) سورۃ الواقعہ ۶۸: ۷۰

"وَالسَّمَآئِ ذَاتِ الرَّجعِ" (۱)

اور ہم ہی ہواؤں کو بارآور بنا کر چلاتے ہیں، پھر آسمان سے پانی برساتے اور تم کو اس سے سیراب کرتے ہیں۔

"وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآئِ مَآئً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہ" (۲)

لواقح کا مطلب بارآور کرنا یا پھر دینا ہے، بارآور سے مراد بادلوں کو ایک دوسرے کے قریب دھکیلنا، جس کی وجہ سے ان پر تکثیف (Condensation) کا عمل بڑھتا ہے جس کا نتیجہ بجلی چمکنے اور بارش ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہ ثُمَّ یَجْعَلُہ رُکَامًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآئِ مِنْ جِبَالٍ فِیْھَا مِنْ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِہ مَنْ یَّشَآئُ وَیَصْرِفُہ عَنْ مَّنْ یَّشَائُ ط یَکَادُ سَنَا بَرْقِہ یَذْھَبُ بِالْاَبْصَارِ" (۳)

ترجمہ:۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے اور پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف (Condense) ابر بنا دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں جیسے (بادلوں) سے اولے برساتا ہے۔ پھر جسے چاہتا ہے انکا نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچا لیتا ہے اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُہ فِی السَّمَآئِ کَیْفَ یَشَآئُ یَجْعَلُہ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہ فَاِذَآ اَصَابَ بِہ

---

(۱) سورہ الطارق: ۱۱

(۲) سورہ الحجر: ۲۲

(۳) سورہ نور: ۴۳

مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اِذَا ھُمۡ یَسۡتَبۡشِرُ (۱)

ترجمہ:۔اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے، جس طرح چاہتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کرتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکتے چلے آتے ہیں۔یہ بارش جب وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکا یک وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں۔

پانی اور قدرت الٰہی

سطح زمین کا کل رقبہ 19,69,38,800 (انیس کروڑ انہتر لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو) مربع میل ہے۔اس میں خشکی کا رقبہ 57,23,60,000 (ستاون کروڑ تیئیس لاکھ ساٹھ ہزار) اور سمندر (پانی) 139,702,800 (تیرہ کروڑ ستانویں لاکھ دو ہزار آٹھ سو) مربع میل ہے۔رقبہ کے لحاظ سے پانی اور خشکی کی نسبت 1:2 ہے، خشکی سات بڑے بر اعظموں پر مشتمل ہے اور پانی کے بڑے بڑے بحر یعنی سمندروں کے نام یہ ہیں : بحر الکاہل، بحر اوقیانوس، بحر ہند، بحر شمال اور بحر روم، ان کے علاوہ 27 اہم جھیلیں، 41 بڑے دریا اور 32 مشہور آبشاریں پانی کی موجود ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ پانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔اس کے بغیر زندگی کا تصور ممکن ہی نہیں ہے، انسانی جسم کا دوتہائی حصہ پانی پر مشتمل ہے، ایک عام انسان کے جسم میں 35 سے 50 لیٹر تک پانی ہوتا ہے، صرف دماغ کو ہی لے لیجئے اس کا 85 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہوتا ہے، انفیکشن سے لڑنے والے محافظ خلیے خون میں سفر کرتے ہیں۔خون بذات خود 83 فیصد پانی ہے، جسم کے ہر خلیے میں موجود پانی سے جسم (ہر ذی روح اور غیر ذی روح) کے تمام نظام چلتے ہیں۔(۲)

---

(۱) سورہ روم:۴۸

(۲) Waraqu E Taza Online، اکتوبر 10, 2018

پانی کی حفاظت کے بہترین ذریعہ

آب رسانی کا کتنا بہترین نظام جاری فرمایا،سمندروں کی شکل میں پانی کاوافر ذخیرہ کرۂ ارض پر پھیلا دیا، دریاؤں اور نہروں کی شکل میں خوشگوار اور میٹھا پانی جاری کر دیا، زمین کی تہہ میں پانی کی بھاری مقدار رکھ دی جسے انسان معمولی محنت وکوشش سے زمین کھود کر کنوؤں کی شکل میں حاصل کرتا ہے، اگر اللہ اس پانی کو اتنا نیچے کر دے کہ اس تک پہنچنا انسان کے بس میں نہ رہے تو کیا کوئی اور معبود یا قدرت والا ایسا ہے جو انسان کو میٹھا پانی دے سکے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’تم کہہ دو! تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارا پانی زمین میں نچلی سطح پر اُتر جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے میٹھا پانی لے آئے؟‘‘(۱)۔

آبی چکر اور سائنس

قرآن اور آبیات (Hydrology) دراصل قرآن میں جدید آبیات کے بارے میں معلومات اور انکشافات کو کہا جاتا ہے، قرآن کے ایک ہزار سے زیادہ آیات جدید سائنس کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں اور اس میں بیسیوں آیات صرف آبیات کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں، قرآن میں موجود آبیات کے متعلق حقائق جدید سائنس سے مکمل مطابقت رکھتی ہے۔

آج ہم جس تصور کو آبی چکر (water cycle) کے نام سے جانتے ہیں، اسے پہلے 1580ء میں برنارڈ پیلیسی (Bernard Pallissy) نامی ایک شخص نے پیش کیا تھا، اس نے بتایا کہ سمندروں سے کس طرح پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے اور کس طرح وہ سرد ہو کر بادلوں کی شکل میں آتا ہے، پھر یہ بادل خشکی پر آگے کی طرف بڑھتے ہیں، بلند تر ہوتے ہیں ان میں پانی کی تکثیف (Condensation) ہوتی ہے اور بارش برستی ہے، یہ پانی

(۱) سورۃ الملک: ۳۰

جھیلوں، جھرنوں، ندیوں اور دریاؤں کی شکل میں آتا ہے اور بہتا ہوا واپس سمندر میں چلا جاتا ہے اس طرح پانی کا یہ چکر جاری رہتا ہے۔

ساتویں صدی قبل از مسیح میں تھیلس (Thallas) نامی ایک یونانی فلسفی کو یقین تھا کہ سطح سمندر پر باریک باریک آبی قطروں کی پھوار (اسپرے) پیدا ہوتی ہے، تیز ہوا اسی پھوار کو اٹھا لیتی ہے اور خشکی کے دور افتادہ علاقوں پر لے جا کر برسا دیتی ہے، یہی بارش ہوتی ہے۔

پرانے وقتوں میں لوگ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ زیر زمین میں پانی کا ماخذ کیا ہے، انکا خیال تھا کہ ہوا کی زبردست قوت کے زیر اثر سمندر کی پانی براعظموں (خشکی) میں اندرونی حصوں میں چلا آتا ہے، انہیں یہ یقین بھی تھا کہ یہ پانی ایک خفیہ راستے یا عظیم گہرائی سے آتا ہے، سمندر سے ملا ہوا یہ تصوراتی راستہ افلاطون کے زمانے سے ٹارٹارس کہلاتا تھا، حتیٰ کے اٹھارویں صدی کے عظیم مفکّر ڈسکارٹس (Descartus) نے بھی انہی خیالات سے اتفاق کیا ہے۔

انیسویں صدی عیسوی تک اوسطو (Aristotle) کا نظریہ ہی زیادہ مقبول و معروف رہا، اس نظریے کے مطابق پہاڑوں کے سرد غاروں میں پانی کی تکثیف (Condensation) ہوتی ہے اور وہ زیرزمین جھیلیں بناتا ہے جو چشموں کا باعث بنتی ہیں۔

آج ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ بارش کا پانی زمین پر موجود دراڑوں کے راستے رس رس کر زیرزمین پہنچتا ہے اور چشموں کی وجہ بنتا ہے، قرآن میں اس نکتے کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ''(۱)

(۱) سورہ الزمر: ۲۱

ترجمہ:۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا، پھر اس پانی کے ذریعے سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں۔

وَّ یُنَزِّ لُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحۡیٖ بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ"(۱)

ترجمہ:۔وہ آسمان سے پانی برساتا ہے و پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسۡکَنّٰهُ فِی الۡاَرۡضِ وَ اِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوۡنَ"(۲)

ترجمہ:۔اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا، ہم اسے جس طرح چاہے غائب کر سکتے ہیں۔(۳)

بارش کیسے ہوتی ہے؟

بارش بادلوں سے برستی ہے، بادلوں تک پانی اللہ کی قدرت سے پہنچتا ہے،،سورج کی تپش سے زمین پر موجود پانی جو کہ دریا،سمندر، جھیل، تالاب اور ندی کی شکل میں موجود ہے وہاں سے بھاپ بن کر آسمان پر جاتا ہے، جیسے کسی برتن میں پانی گرم کریں تو اس سے بھاپ نکلتی ہے اگر اس پر ایک ڈھکن رکھ دیں تو پانی کے قطرے اس پر جمے ہوئے دکھائی دیں گے، بالکل اسی طرح زمین سے پانی بھاپ کی شکل میں اُڑ کر برساتی بادل کی شکل اختیار

(۱) سورہ روم: ۲۴

(۲) سورۃ المومنون: ۱۸

(۳) آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا

کرلیتا ہے اور خلا میں موجود سرد ہواؤں سے گزرتا ہے، سرد ہواؤں سے گزرنے کے سبب یہ انگنت پانی کے گیلنز جو قطروں کی صورت میں تھے مِل کر چھوٹے بڑے بادل کے ٹکڑے بن جاتے ہیں، فضا میں اونچائی کے ساتھ ساتھ ہوا کا درجہ حرارت کم ہوتا جاتا ہے جس بناء پر پانی کے جماؤں کی سطح بنتی ہے، اس جماؤ کی سطح موسم کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔

بارش کی رفتار کتنی ہوتی ہے؟

اگر بارش کے قطروں کو اللہ رب العزت اپنی قدرست سے نہ روکتے تو بارش کا ایک ایک قطرہ وبالِ جان بن جاتا، بارش کے قطرے جس رفتار کے ساتھ آسمان سے زمین پر پڑتے ہیں، انسانوں کی کھوپڑیوں میں داخل ہوکر پاؤں سے جا نکلتے اور انسان تو کیا باقی جانداروں کا جینا بھی محال کردیں، بارش بھرے بادل کی کم سے کم بلندی ۱۲۰۰ میٹر ہوتی ہے، اگر بارش کے قطرے کے وزن اور جسامت (اوسطاً بارش کا ایک قطرہ ایک یا دو ملی میٹر کا ہوتا ہے) کے برابر ایک جسم اسی بلندی سے گرے تو وہ زمین پر ۵۵۸ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گرے گا، یقیناً اتنی رفتار سے گرنے والی کوئی چیز جب زمین سے ٹکرائے گی تو بڑے نقصان کا باعث بنے گی، اگر اسی طرح بارش برسے تو تمام کاشت شدہ زمینیں برباد ہوجائیں، رہائشی علاقے، مکانات اور کاریں تباہ ہوجائیں اور انسان ضروری ہدایات لیے بغیر باہر نہ نکل سکے، مزید یہ کہ یہ اعداد وشمار ۱۲۰۰ میٹر بلندی پر موجود بادلوں سے متعلق ہیں جبکہ ایسے برساتی بادل بھی ہیں جو سطح زمین سے دس ہزار میٹر کی بلندی پر ہیں، دس ہزار میٹر کی بلندی سے گرنے والے بارش کے ایک قطرے کی رفتار نہایت تباہ کن ہوگی۔لیکن ایسا نہیں ہوتا، اس سے قطع نظر کہ وہ کتنی اونچائی سے گرا ہے، بارش کے قطروں کی اوسط رفتار (جب وہ زمین تک پہنچتے ہیں) آٹھ سے دس کلو میٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے، اس کی وجہ ان کی خاص بناوٹ ہے، قطروں کی یہ خاص بناوٹ فضا کی رگڑ کے اثر کو بڑھا دیتی ہے اور جب قطرہ ایک خاص رفتار کو پہنچتا ہے تو اس کی رفتار کو اس سے بڑھنے نہیں دیتی، آج اسی اصول کو استعمال کرتے ہوئے

پیراشوٹ تیار کیے جاتے ہیں۔

بارش کے ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے

اتنی بات تو کتابوں میں ملتی ہے کہ بارش کے ہر قطرے کے ساتھ فرشتہ مقرر ہوتا ہے، جو اس کو اس مقام پر گراتا ہے جہاں اللہ تعالی کا حکم ہوتا ہے،لیکن کسی صحیح صریح حدیث سے نہیں مل پائی ،البتہ قطرے کی تیزی کو روکنے والی بات کسی کتاب میں نہیں ملی ،شرح السنۃ میں اِمام البَرْ بَہاری لکھتے ہیں: ''اس بات پر ہمارا پختہ یقین ہے کہ بارش کے ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتہ اترتا ہے، جو اسے اللہ پاک کے حکم کے مطابق گراتا ہے''۔

''والإيمان بأن مع كل قطرة ملك ينزل من السماء حتى يضعها حيث أمره الله عز وجل''(١)

تفسیر طبری میں ہے: ''بارش کے ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے''۔

حدثني نَصر بن عبد الرحمن الأزدي، قال:حدثنا محمد بن يَعْلَى، عن أبي الخطاب البصري، عن شَهر بن حَوشب، قال : الرّعد،مَلك موكَّل بالسحاب يَسوقه، كما يسوق الحادي الإبل، يُسبِّح. كلما خالفتْ سحابةٌ سحابةً صاح بها، فإذا اشتد

(١) شرح السنۃ،ص 87،رقم 63،مکتبۃ الغرباء الاثریۃ) شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں : یہ بات اللہ تعالی کی قدرت، اس کی وسیع بادشاہت اوراس کے فرشتوں وغیرہ کے کثیر لشکر ہونے سے کچھ بعید نہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (سورۃ الفتح: ۴) اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں، اور اللہ تعالی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔لیکن مجھے اس کی کوئی دلیل قرآن یا سنت میں سے نہیں ملی ،جبکہ یہ امورِ غیبیہ میں سے ہے۔البتہ اس کے قریب قریب الحسن اور الحکم بن عتیبہ سے روایت نقل کی گئی ہے۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہو۔خدشہ ہے کہ ان دونوں نے اسرائیلی روایات میں سے اسے لیا ہو۔اللہ اعلم۔(عون الباری بیان ماتضمّنہ شرح السّنۃ للبر بہاری م 1 ص 390-391)

غَضبه طارت النارُ من فيه، فهي الصواعقُ التي رأيتم"(۱)

نیز احیاء العلوم میں ہے: ''احادیث میں آیا ہے کہ آسمانوں، زمینوں، زمین کے ذروں اور حیوانوں حتی کہ بارش کے ہر قطرے پر فرشتے مقرر ہیں''۔

حتى كل قطرة من المطر و كل سحاب ينجر من جانب إلى جانب".(۲)

حکم بن عیینہ سے مروی ہے، کہتے ہیں: کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں، جن کی گنتی کل انسانوں اور جنّات سے زیادہ ہوتی ہے، ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا اور اس سے کیا گا۔(۳)

بارش کو غیر اللہ کی طرف منسوب نہ کریں

اللہ تعالی ہی بارش نازل کرتا ہے اس کی نسبت اللہ تعالی ہی کی طرف کیا جائے، حضرت زید بن خالد سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اسی رات بارش ہوئی تھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے رب نے کیا کہا؟ صحابہ نے عرض کیا "اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض میرے ساتھ کفر کرنے والے تھے، جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی پس یہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں {کے تصرف} کا منکر ہے، اور جس نے یہ کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نصیب ہوئی تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور ستاروں پر ایمان لانے ولا ہے۔

(۱) تفسیر طبری، البقرہ، تحت الآیۃ 19، ج 1 ص 324، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔

(۲) احیاء العلوم،: ۴/۱۲۱، دار المعرفہ بیروت

(۳) تفسیر ابن کثیر، سورۂ توبہ وسورۂ حجر

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ :صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلاَةَ الصُّبْحِ بِالحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ :هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ :"أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ :مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ :بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالكَوْكَبِ"(۱)

بارش کو برا مت کہو

بارش جیسی عظیم نعمت ہماری غفلتوں کی وجہ سے اعتدال سے ہٹ کر رحمت کے بجائے زحمت بن جاتی ہے، تو اسے کوسنے لگتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ ایسا کرنے سے فقر وفاقہ آتا ہے۔(۲)

بارش انسان کی ضرورت ہے

بارش انسان، چرند، پرند، درند، ہر جاندار کی ایسی ضرورت ہے جس پر اس کی زندگی اور موت کا انحصار ہے، اس ضرورت کے حصول میں انسان اور دیگر مخلوقات کی محنت کا دخل نہیں، اللہ رب العزت چاہے تو برسا دے نہ چاہے تو نہ برسائے، مخلوق خالق کے سامنے اپنی بے بسی اور دُعا سے اس نعمت کا صرف سوال کر سکتی ہے۔

بارش کے فوائد

اللہ ہی ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے، جس میں جانداروں کے لیے زندگی ہے،

(۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۸۴٦

(۲) الاذکار للنووی،: ۴٦۷

حیوانات کے رزق کا انتظام اس سے مربوط ہے، بارش کے قطروں میں زندگی ہے، بارش کا پانی ''ماء مبارک'' ہے، بنجر زمین کو زندگی بخشتی ہے اور زمین کی زندگی انسانوں اور باقی کے جانداروں کی زندگیوں کا سبب بنتی ہے، بارش اگر نہ ہوتی تو زمین پر سے اناج اور غلہ ختم ہو جاتا۔

بارش نہ ہونے کے نقصان

بارش ہی اس روئے زمین پر پانی کا اصل مصدر ہے، بارش نہ ہو اور متواتر دھوپ ہی دھوپ رہے تو پانی کی تہ نیچے چلی جائے، چشمے، کنویں، نہریں اور دریے خشک ہو جائیں، ہوا میں ناقابل برداشت گرمی پیدا ہو جائے، غلے اور پھلوں کی پیدائش بند ہو جائے، درخت اور کھیتیاں سوکھ جائیں حتیٰ کہ جسم انسانی بھی سوکھ جائے اور قسم قسم کے امراض اہل زمین کو گھیر لیں، جس کی وجہ سے زندگی اجیرن بن جائے، جس سرزمین کو جس مقدار میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہاں کے باشندوں کے اپنے برے کرتوتوں کے عوض پانی کی کافی مقدار اللہ تعالیٰ نازل نہیں فرماتا تو وہاں خشک سالی آجاتی ہے اور قحط پیدا ہو جاتا ہے۔

بارش زیادہ ہونے کا نقصان

بارش اگر ضرورت سے زیادہ ہو جائے، دھوپ دکھائی نہ دے تو انسانی زندگی کے لیے خطرہ بن جاتی ہے، سیلاب آجاتے ہیں، فصلیں اجڑ جاتی ہیں، ٹرینیں، بس، گاڑی، سڑک اور فضائی خدمات متاثر ہو جاتی ہیں، گھنے درخت جڑ سے اُکھڑ کر سڑکوں، گھروں اور کاروں پر گر پڑتے ہیں، کئی گھر دلدل اور پانی میں محصور ہو جاتے ہیں، بلاد وعروس البلاد (ممبئی) بھی قدرت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے، نشیبی علاقے ناقابل بیان وقابل دید بن جاتے ہیں، حکومت کی طرف عام تعطیل کا اعلان کر دیا جاتا ہے، کھیتیاں برباد ہو جاتے ہیں، میوے اور پھل خراب ہو جاتے ہیں، سبزیوں اور سبزہ زاروں پر سڑان پیدا ہو جاتی ہے آمد

ورفت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، کاروبار ٹھپ پڑ جاتا ہے، حتیٰ کہ جسم انسانی ڈھیلے پڑ کر مختلف قسم کے امراض اہل دنیا کو گھیر لیتے ہیں۔

اگر زمین پر اسکی ضرورت سے زیادہ بارش نازل ہو جائے تو یہی پانی خوفناک عذاب کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس کا مشاہدہ آج کل کیا جارہا ہے، زمین کے ایک خطے میں تو پانی کی قلت کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے جب کہ اسی روئے زمین کے دوسرے خطے میں بارش کی کثرت ایک عذاب کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

بارش کے نہ ہونے کی وجوہات

۱۔جب بندے زکوۃ دینا چھوڑ دیں تو بارش روک لی جاتی ہے۔
۲۔جب بندے اللہ کی زمین پر اللہ کی مخلوق کے ساتھ ظلم کرنے لگیں تو بارش روک لی جاتی ہے۔
۳۔جب بندے ناپ تول میں کمی کرنے لگیں تو بارش روک لی جاتی ہے۔
۴۔جب بندے اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے لگیں۔
۵۔جب بندے بے حیائی کرنے لگیں، معاصی اور گناہوں میں ابتلاء عام ہو جائے تو بارش روک لی جاتی ہے۔

اگر زمین پر جانور نہ ہوتے تو بارش کبھی نہ برستی، انہیں بے گناہوں کے صدقے یہ نظام جاری کیا جاتا ہے۔ ''لو لا البهائم لم يُمطرو''(۱)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ: ''زمین کے جانور اور کیڑے مکوڑے حتیٰ شیر اور گبرے اور بچھو بھی یہ کہتے ہیں: ابن آدم کے گناہوں اور معاصی کی وجہ سے ہم پر بارش روک دی گئی''(۲)

(۱)تفسیر الطبری،17/231،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔
(۲)الدر المنثور 1/391،مکتبۃ المعارف،بیروت

نافرمانی کا نتیجہ

اللہ تعالیٰ اس کائنات کو ہلاک کرنا نہیں چاہتے، ہماری بدعملی کے باعث حادثات وجود میں آتے ہیں، انسان کی نافرمانی اور قدرت سے چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ ہے کہ بارش کے موسم میں بارش نہیں ہوتی یا اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی کے لیے خطرہ بن جاتی ہے۔

ہر سال بارش کی مقدار یکساں ہوتی ہے

اللہ تعالی نے اس دنیا میں نہ متواتر بارش کا نظام رکھا ہے اور نہ ہی متواتر دھوپ اور خشکی، کا بل کہ اہل زمین پر بطور رحم کے دونوں کیلئے الگ الگ موسم اور الگ الگ مقدار رکھی ہے، ہر چیز کا خزانہ میرے ہی پاس ہے اور ہم اسے ایک متعین مقدار ہی میں نازل کرتے ہیں {وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلاَّ عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلاَّ بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ} (۱)

زمین پر بارش اللہ ایک مقرر اندازے سے برساتا ہے، نہ بہت زیادہ، نہ بہت کم، فقط اپنے علم کے مطابق برساتا ہے، ہر سال بارش کی مقدار یکساں ہوتی ہے، لوگ کہتے ہیں دس سال بعد، بیس سال بعد ایسی بارش ہوئی ہے، مگر اللہ کی طرف سے طے شدہ بارش ہر سال برستی ہے، لیکن اس کی تقسیم مختلف ہوتی رہتی ہے، حدیث میں ہے"کوئی بھی سال دوسرے سال کی نسبت زیادہ بارشوں والا نہیں ہوتا؛ لیکن اللہ تعالی اپنی مخلوق میں اس کی الٹ پھیر فرماتا رہتا ہے [جیسے چاہتا ہے] پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر نازل کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

"مَا مِنْ عَامٍ بِأَكْثَرَ مَطَرًا مِنْ عَامٍ، وَلَكِنَّ اللهَ يُصَرِّفُهُ بَيْنَ خَلْقِهِ [حَيْثُ يَشَاءُ] ثُمَّ قَرَأَ :﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ [لِيَذَّكَّرُوْا]"

(۱) سورۃ الحجر :۲۱

(الفرقان ۵۰:(۱)

امام بغوی نے ''معالم التنزیل'' میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: رات اور دن کی کوئی گھڑی ایسی نہیں ہوتی کہ جس میں آسمان بارش نہ برساتا ہو،لیکن اللہ تعالی اسے پھیرتا رہتا ہے جہاں چاہتا ہے۔

''مَا مِنْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَ لَا نَهَارٍ إِلَّا السَّمَاءُ تُمْطِرُ فِيهَا، يُصَرِّفُهُ اللهَ حَيْثُ يَشَاءُ''(۲)

اپنے حصے کی بارش نہ ملنے کی وجہ

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہوئے فرماتے: کوئی سال بارش میں دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا،لیکن اللہ تعالی اس رزق کو تقسیم فرماتا ہے،تو وہ آسمان دنیا میں اس بارش کو رکھ دیتا ہے،اوراس میں سے ہر سال معلوم مقدار ووزن میں نازل فرماتا رہتا ہے،اگر کوئی قوم نافرمانی کرتی ہے تو اللہ تعالی ان سے اسے پھیر کر دوسروں کی طرف لے جاتا ہے اور اگر سب کے سب ہی نافرمانی پر اتر آتے ہیں تو اللہ تعالی اسے پھیر کر صحراؤں اور سمندروں کی طرف لے جاتا ہے۔

''ليس من سنة بأمطر من أخرى، ولكن الله قسم هذه الأرزاق، فجعلها في السماء الدنيا، في هذا القطر ينزل منه كل سنة بكيل معلوم ووزن معلوم وإذا عمل قوم بالمعاصي حول الله ذلك إلى

(۱)السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی،حدیث:۲۴۶۱،تفسیر ابن جریر:۱۹/ ۱۵،مستدرک حاکم:۲/ ۴۰۳،امام حاکم نے فرمایا: ''صحیح علی شرط الشیخین''اور علامہ ذھبی نے ان کی موافقت فرمائی۔

(۲)معالم التنزیل:۶/ ۱۸۴ طبع منار،یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے،لیکن اس کا حکم مرفوع کا ہے کیونکہ اس قسم کی بات اپنی رائے اور اجتہاد سے نہیں کہی جا سکتی۔

غيرهم، فإذا عصوا جميعا صرف الله ذلك إلى الفيافي والبحار"(۱)

ہوا چلنے کے موقع پر آپ ﷺ کا عمل

جو ہوائیں بارش کے آنے کی خبر دیتی ہیں، انھیں محسوس کر کے آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا، وَخَیْرَ مَا فِیْھَا، وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا، وَشَرِّ مَافِیْھَا، وَشَرِّ مَااُرْسِلَتْ بِہٖ۔

اے اللہ! میں آپ سے اس کی خیر وبرکت کا اور جو کچھ اس میں ہے، اس کی خیر وبرکت کا اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے، اس کی خیر وبرکت کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو اس کے اندر ہے اس سے اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے، اس کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔(۲)

اگر تیز ہوا چلتی تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور اس طرح دعاء فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْھَا عَذَاباً، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحاً وَّلاَ تَجْعَلْھَارِیْحاً۔

اے اللہ ! آپ اسے رحمت بنائیے، عذاب مت بنائیے۔ اے اللہ ! آپ اسے (مبارک مینہ کا پیش خیمہ اور) مفید بنائیے، بے فائدہ مت بنائیے۔(۳)

بادل کے موقع پر آپ ﷺ کا عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آسمان تبدیل ہوجاتا، تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ بھی متغیر ہوجاتا، اور آپ کبھی باہر نکلتے تو کبھی اندر داخل ہوتے، کبھی آگے

(۱) سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، حدیث: ۲۴۶۲، بحوالہ توحید خالص ڈاٹ کام۔
(۲) صحیح مسلم، حدیث: ۲۰۸۵
(۳) الاذکار للنووی: ۱۷۴

بڑھتے تو کبھی پیچھے ہٹ جاتے، پس جب بارش برستی، تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی، ایسا میں نے آپ کے روئے مبارک سے پہچانا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! (مجھے یہ خدشہ ہوتا ہے کہ) شاید یہ ایسا ہی ہو جیسے قوم عاد نے کہا : جب انہوں نے اس بادل کے ٹکڑے کو اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: کہ "یہ بادل ہم پر بارش برسنے والا ہے"۔(۱)

بارش برسنا شروع ہو تو آپ ﷺ کا عمل

جب بارش ہونے لگتی تو آپ یہ دعا فرماتے: **اَللّٰهُمَّ صَيِّباً نَافِعاً**۔ اے اللہ! خوب برسنے اور نفع دینے والی بارش برسا۔(۲)

اور ابو داؤد کی روایت کے الفاظ ہیں **"اللّٰهُمَّ صَيِّبًا هَنِيئًا"** (اے اللہ! اسے آسانی وراحت والی بارش بنادے(۳)

جب بارش سے خطرہ محسوس ہو تو آپ ﷺ کا عمل

جب آپ ﷺ بارش سے خطرہ محسوس فرماتے تو اس طرح دعا فرماتے :

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔

اے اللہ! ہمارے ارد گرد (بارش برسا تا کہ ہماری ضرورت پوری ہو جائے)، ہم پر نہ برسا (کہ ہمارے کام کاج ٹھپ ہو جائیں) اے اللہ! پہاڑوں اور وادیوں پر، جنگلوں اور ندی نالیوں پر اور درخت اگنے کے مقامات پر بارش برسا۔(۴)

---

(۱) الاحقاف ۲۴ : ، صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۸۴

(۲) صحیح بخاری، حدیث: ۱۰۳۲

(۳) سنن ابی داؤد، حدیث: ۵۰۹۹

(۴) صحیح بخاری، حدیث: ۱۰۱۴

بادل کی گرج سننے پر آپ ﷺ کا عمل

بغیر بادل کے بارش کا ہونا ممکن نہیں ک لیکن ہر بادل سے بارش نہیں ہوتی ،بارش کے لئے کچھ خاص قسم کے بادل ہوتے ہیں، جنہیں ہم ’’برساتی بادل‘‘ کہتے ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب بجلی کی گرج اور کڑک سنتے تو فرماتے :

’’اللّٰھُمَّ لاَتَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَ لاَتُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ‘‘

بادل کی گرج سنے تو کہے ۔’’سبحان الذي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلاَئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ‘‘ پاک ہے وہ ذات کہ رعد (کڑک) حمد وثنا کے ساتھ اسکی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اسکے خوف سے ۔(۱)

عہد نبوی ﷺ میں بارش کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ایک دفعہ اہلِ مدینہ (شدید) قحط سے دو چار ہو گئے، ایک مرتبہ آپ ﷺ خطبۂ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا : یارسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہو گئے، بکریاں مرگئیں، اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ ہمیں پانی مرحمت فرمائے، آپ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا؛ لیکن ہوا چلنے لگی، بادل گھر کر جمع ہو گئے اور آسمان نے ایسا اپنا منہ کھولا کہ ہم برستی ہوئی بارش میں اپنے گھروں کو گئے اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، پھر (آئندہ جمعہ) وہی شخص یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا : یارسول اللہ! گھر تباہ ہو رہے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اب اس (بارش) کو روک لے، تو آپ ﷺ (اس شخص کی

(۱) موطا امام لک ۔

بات سن کر) مسکرا پڑے اور فرمایا: ''ہمیں چھوڑ کر ہمارے گرد اگرد برسو۔'' تو ہم نے دیکھا کہ اسی وقت بادل مدینہ منورہ کے اوپر سے ہٹ کر یوں چاروں طرف چھٹ گئے گویا وہ تاج ہیں، یعنی تاج کی طرح دائرہ کی شکل میں پھیل گئے۔

''وَإِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيحٌ أَنْشَأَتْ سَحَابًا ثُمَّ اجْتَمَعَ ثُمَّ أَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوضُ الْمَاءَ حَتَّى أَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ نَزَلْ نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى فَقَامَ إِلَيْهِ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللهَ يَحْبِسْهُ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ: حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ إِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَأَنَّهُ إِكْلِيْلٌ''(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی رونق سے بارش مانگی جائے

حضرت ابوطالب نے اپنے اس طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے اس واقعہ کو ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ وہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

وَ اَبْيَضَ يُسْتَسْقَي الْغَمَامُ بِوَجْهه ثِمَالُ الْيَتَامِيْ عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ (۲)

بارش ختم ہونے پر یہ دعا پڑھیں

بارش ہو تو شکر کے یہ کلمات کہیں ''مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ'' کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل سے ہم پر بارش ہوئی۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب الِاسْتِسْقَاء، حدیث: ۱۰۲۱

(۲) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۹۰

بارش کے موقع پر دعاء کا فائدہ

دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ جو بارش ہوگی وہ انسان کے فائدہ کے لیے ہوگی، ہم لوگوں میں بارش کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے مانگنے، بارش کی دعاؤں کا اہتمام بہت کم ہوتا ہے ایسے وقت میں بھی واہیات میں لگے رہنا اللہ کے غصہ کو بڑھا دیتا ہے۔

بارش برستے وقت دعاء قبول ہوتی ہے

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دعاء کی قبولیت کو تلاش کرو جہاد کے موقع پر جب فوجیں باہم ملتی ہیں، اقامتِ صلاۃ کے وقت اور بارش نازل ہوتے وقت۔

"اطْلُبُوا اسْتِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْتِقَاءِ الْجُيُوشِ، وَإِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَنُزُولِ الْغَيْثِ"(۱)

ایک اور روایت سیدنا سہل بن سعد السعدی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں ہوتیں: اذان کے وقت اور برستی بارش کے نیچے۔

"ثِنْتَانِ مَاتُرَدَّانِ :الدُّعَاءُعِنْدَالنِدَاءِوَتَحْتَ الْمَطَرِ"(۲)

جب بھی بارش ہو بارش میں نکل کر یا بارش کو دیکھتے ہوئے اپنے لئے اور اپنے پیاروں کے لئے دُعائیں مانگا کریں۔

مناسب بارش میں جانا مستحب ہے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہم پر بارش برسی، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا کچھ کپڑا سر کایا؛ تا کہ اسے بارش لگے، ہم نے عرض

(۱) صحیح الجامع، حدیث: ۱۰۲۶

(۲) صحیح الجامع، حدیث: ۳۰۷۸

کیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : کیونکہ بے شک یہ اپنے رب تعالی کے پاس سے تازہ تازہ آئی ہے۔

"أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَطَرٌ، قَالَ :فَحَسَرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثَوْبَهُ حَتَّى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ، فَقُلْنَا :يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ قَالَ :لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ تَعَالَى" (۱)

اس روایت کی وجہ سے علماء نے مناسب حالت میں مناسب بارش میں بھیگنے کو اتباعِ سنت میں مستحب کہا ہے، البتہ اپنی طبیعت کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

بارش اور بنی اسرائیل کے تین نوجوانوں کا قصہ

بنی اسرائیل کے تین صالح اور دین دار حضرات نے رات کی تاریکی اور بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں پناہ لی تھی، اچانک ایک بڑا سا پتھر پہاڑ سے گرا اور غار کے منہ کو بند کر دیا، اس پتھر کا ہٹانا ان لوگوں کے بس سے باہر تھا، ان تینوں حضرات نے آپس کے مشورے سے یہ طے کیا کہ زندگی میں جس نے جو اچھا عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا ہو، اس کے وسیلے سے ہر ایک دعا کرے، چناں چہ ان حضرات نے جب دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس پتھر کو ہٹا دیا اور یہ حضرات صحیح سالم اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

تربیتی پہلو

۱۔انسان کو یسر وسہولت کے اوقات میں نیک اعمال پر توجہ دینی چاہیے، مامورات شرعیہ کو بجالانا چاہیے، اس کا فائدہ عموماً دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نازک اور مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے شخص کی دست گیری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ونگراں ہوتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : کہ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر آپ

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث ۱۴ ۹۴، الآدب المفرد، حدیث: ۵۷۱

کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا : اے لڑکے! میں تمہیں چند اہم باتیں بتاتا ہوں، انہیں یاد رکھ : تو اللہ کے احکام کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھ، اللہ کی حفاظت تیرے ہم رکاب رہے گی۔(۱)

۲۔واقعہ مذکورہ میں بھی تینوں حضرات نے سازگار اور مناسب حالات میں والدین کے ساتھ اکرام اور حسن سلوک کیا تھا، اپنی عفت و پاک دامنی پر حرف آنے نہیں دیا تھا اور مزدور کے ساتھ غیر معمولی نصح وخیرخواہی کا ثبوت دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی ومصیبت سے ان لوگوں کو نجات دی جو غار میں آئی تھی اور صحیح سالم باہر نکلنے کا راستہ فراہم کیا۔

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے ہی لو لگانا چاہیے، اسی کے دربار میں اپنا دست سوال دراز کرنا چاہیے، کامل اعتماد ویقین اور آہ وزاری کے ساتھ جب اس کے دروازہ پر دستک دی جاتی ہے تو وہ جلد یا بدیر ضرور روا ہوتی ہے، اور ظاہری اسباب کے خلاف بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا اظہار فرمادیتا ہے، اسی لیے حضور ﷺ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں : کہ تم لوگ اپنے رب سے ساری ضروریات مانگا کرو، حتی کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کی اصلاح کا سوال بھی اس سے کیا کرو۔(۲)

۳۔حقوق العباد کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، حقوق اللہ کا پابند عابد بھی حقوق العباد میں کوتاہی سے قیامت کے دن مفلس بن جاتا ہے۔

۴۔والدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

۵۔اپنی زندگی کے اعمال خالص رضائے الہی کے لیے کرنا آخرت میں اجر کے علاوہ دنیا میں بھی مشکل حالات میں نجات کا سبب ہے۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ طوفان وسیلاب یا آسمانی آفات کے وقت انسان کے مخلصانہ اعمال ہی کام آتے ہیں۔

---

(۱) ترمذی، حدیث: ۲۵۱۶

(۲) ترمذی، حدیث: ۳۶۰۴، جامعہ فاروقیہ کراچی، از: مفتی جمال الدین قاسمی صاحب استاذ دار العلوم حیدرآباد

حضرت ایوب علیہ السلام پر بارش میں سونے کی ٹڈیاں

اللہ رب العزت جب راضی ہوں تو بارش میں سونا برسادیں اور جب ناراض ہوں تو بادلوں سے آگ وعذاب نازل کردیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : حضرت ایوب علیہ السلام (جب بیماری کی آزمائش وامتحان میں سرخرو ہوئے تو) نہا رہے تھے کہ (اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر پر سونے کی ٹڈیاں برسانا شروع کیا اور وہ) سونے کی ٹڈیاں ان کے اوپر (دائیں بائیں) گرنے لگیں، حضرت ایوب علیہ السلام ان ٹڈیوں کو سمیٹ کر اپنے کپڑوں میں رکھنے لگے (سونے کی ٹڈیاں میں ان کا یہ انہماک دیکھ کر) پروردگار نے ان کو مخاطب کر کے کہا : کہ ایوب ! جو چیز تم دیکھ رہے ہو، کیا ہم نے اس سے تمہیں بے نیاز نہیں کر دیا ہے؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا! بیشک تیری عزت کی قسم تو نے مجھے اس چیز سے بے پرواہ کر دیا ہے؛ لیکن میں تیری نعمت کی کثرت اور تیری رحمت کی فراوانی سے ہرگز بے نیاز نہیں ہوں۔

”بينا أيوب يغتسل عريانا فخر عليه جراد من ذهب فجعل أيوب يحثي في ثوبه فناداه ربه :يا أيوب ألم أكن أغنيتك عما ترى؟ قال: بلى وعزتك ولكن لا غنى بي عن بركتك“ (۱)

حضرت ایوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا مذکورہ خطاب، ناراضگی اور عتاب کے طور پر نہیں تھا بل کہ اظہار شفقت ومحبت کے طور پر تھا کہ جب میں نے تمہارے گھر میں اتنا زیادہ سونا برسادیا ہے اور تمہیں مالا مال کر دیا ہے تو کیا ضروری ہے کہ تم ان ٹڈیوں کو اٹھا اٹھا کر اپنے کپڑے میں رکھو؟ چناں چہ حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ بیشک تو نے مجھے اس قدر مالا مال کر دیا ہے اور میرے گھر میں اتنا سونا بھر دیا ہے کہ میں ان ٹڈیوں کو جمع کرنے اور ان کو اٹھا اٹھا کر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رکھتا؛ لیکن تیری بارگاہ میں اپنے عجز واحتیاج

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، حدیث: ۵۶۱۲

کے اظہار کے لئے میں تیری رحمتوں کی مزید طلب سے بے نیاز بھی نہیں ہوسکتا، خواہ تو مجھے کتنا ہی مالامال کردے اور مجھ پر اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی کتنی ہی بارش برسادے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا ان ٹڈیوں کا اٹھانے میں انہماک و دلچسپی رکھنا، دنیا کی حرص وطمع اور مال و دولت میں اضافہ کی خواہش کی بناء پر نہ تھا؛ بل کہ حق تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت سے مستفید ہونے اور تشکر و امتنان کی بنا پر تھا اور ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز مال و دولت میں اضافہ کی حرص اس شخص کے حق میں روا ہے، جس کو اپنے نفس پر اعتماد ہو کہ اس مال و دولت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی نہیں ہوگی اور اس کو انہی مقاصد و مصارف میں خرچ کیا جائے گا جن سے حق تعالیٰ راضی وخوش ہوتا ہے۔

طوفانی بارش سے قوم نوح پر عذاب

آسمان سے نازل ہونے والی بارش بعض مرتبہ سزا وعقوبت بھی بن جاتی ہے، جب اس قوم کی نافرمانیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ ”اے نوح! اب تک جو لوگ مومن ہو چکے ہیں ان کے سوا دوسرے لوگ تم پر ایمان ہرگز نہیں لائیں گے، لہذا آپ ایک کشتی تیار کریں“۔

مسلسل جدو جہد کے بعد لکڑی کی یہ تاریخی کشتی تیار ہوئی، جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو آپ کی نافرمان قوم آپ کا مذاق اڑاتی، کوئی کہتا ”تم بڑھئی کب سے بن گئے“، کوئی کہتا ”اس زمین پر کیا تم کشتی چلاؤ گے؟ کیا تمھاری عقل ماری گئی ہے؟ (نعوذ باللہ)، آپ ان کے جواب میں صرف یہی فرماتے کہ ”آج تم میرا مذاق اڑا رہے ہو جب خدا کا عذاب طوفان کی شکل میں آئے گا تو پھر تمہیں حقیقت کا پتہ چلے گا“۔

وحی کے ذریعہ طوفان آنے کی یہ نشانی بتا دی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنے شروع ہوگا، پھر کے تنور سے ایک دن صبح پانی اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قہر وغضب کا آغاز ہوا، زمین سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور سیاہ بادلوں نے زمین کو گھیر لیا اور مسلسل چالیس روز

تک موسلا دھار بارش برستی رہی اس طرح آسمان سے برسنے والا بارش کا پانی اور زمین سے نکلنے والے پانی کے دھاروں نے زمین پر ایسا طوفان برپا کیا کہ چالیس چالیس گز اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوبنے لگیں، اس طوفان نے زمین پر وہ تباہی مچائی کہ ۸۰ مومنین کے سوا ساری قوم غرق ہو کر ہلاک ہوگئی اور ان کا نام ونشان ایسا مٹا کہ ان کے وجود کا کوئی حصہ بھی باقی نہ رہا، حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ میں بڑی عبرت کا سامان ہے، کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا؛ مگر غضب الٰہی کا شکار ہوا۔

جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ عالمی سیلاب تھا، نیچے سے سیلاب کا پانی جبکہ اوپر سے طوفانی بارش کا پانی، گویا اوپر نیچے سے عذاب آیا، اس عذاب سے صرف وہی لوگ بچے جنہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو مانا آپ پر ایمان لائے، جن لوگوں نے حضرت نوح ؑ کی بات کو نہیں مانا وہ سیلاب میں غرق ہوئے جن میں حضرت نوح علیہ السلام کا کافر بیٹا کنعان بھی شامل تھا۔

طوفانی بارش سے قوم سبا پر عذاب

"سبا" عرب کا ایک قبیلہ ہے جو اپنے مورث اعلیٰ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے، اس قوم کی بستی یمن میں شہر "صنعاء" سے چھ میل کی دوری پر واقع تھی، اللہ رب العزت نے ان پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیے، ان کی زمینیں بہت زرخیز بنا دیں، ان کی سڑکوں کے دونوں اطراف میں پھل دار درختوں (جن میں الائچی، دارچینی، سیب وغیرہ) کے باغات پیدا فرما دیے، ان سے کہا گیا کہ اللہ کے دیے ہوئے رزق سے کھاؤ پیو اور ان کا شکر ادا کرو؛ کیونکہ اللہ نے تمہیں بہترین شہر عطا کیا ہے اور تمہاری لغزشوں کو رب تعالیٰ بخشنے والا ہے، پھلوں کی اتنی کثرت تھی کہ اگر کوئی سر پر خالی ٹوکری رکھ کر باغ کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک جانا تو درختوں سے توڑے بغیر اس کی ٹوکری پھلوں سے بھر جاتی۔

آپ وہواایسی فرحت بخش، روح پرور اور صحت افزاء کہ کوئی موذی جانور (سانپ، بچھو، پسو، کھٹمل، جوئیں اور حشرات الارض یا درندے) اس میں زندہ نہیں رہ سکتے تھے، اگر باہر کے کسی علاقے کا کوئی شخص اس شہر میں داخل ہوتا اور اس کے کپڑوں میں کھٹمل پسو یا اس کے سر میں جوئیں ہوتیں تو اس شہر کی حدود میں داخل ہوتے وہ سب چیزیں مرجاتیں، ان کے منہ کے ذائقے خراب نہیں ہوتے تھے، بدہضمی اور معدے کی تکالیف کی شکایت بھی نہیں ہوتی تھیں، موسم نہایت معتدل نہ گرمی نہ سردی، یہاں کے باغات میں کثیر پھل آتے تھے کہ جب کوئی شخص سر پر ٹوکرا لئے گزرتا تو بغیر ہاتھ لگائے قسم قسم کے پھلوں سے اس کا ٹوکرا بھر جاتا تھا۔

قوم سبا کے انجینئر

اپنے زمانے میں تہذیب وتمدن، سائنس وٹیکنالوجی اور انجینئرنگ میں اپنی مثال آپ تھی، قومِ سبا جن بستیوں میں آباد تھی ان میں زراعت کے لیے ندی نالوں کا پانی کام آتا تھا ۷۰ چھوٹے بڑے ندی نالے ایسے تھے جن میں خاص اوقات میں پانی آتا تھا، سال کے سال جو پانی آتا تھا وہ کم ہوتا تھا، جس کی تقسیم پر ان میں باہمی لڑائی جھگڑا اور قتل وقتال پایا جاتا تھا، برسات کے دنوں میں پانی کی فراوانی اور تیزی کی وجہ سے ان کے جان، مال عمارات اور زراعت کا بہت نقصان ہوتا تھا۔

ملکہ بلقیس نے جب اقتدار سنبھالا تو یہاں کے لوگوں نے سالانہ سیلاب کی تباہ کاریوں کی ملکہ سے شکایت کی، اس نے قوم سبا کے انجینئرز اکٹھے کیے، ان کے سامنے صورتحال رکھی اور ان کا حل پوچھا، انہوں نے تین منزلہ ڈیم بنانے کی تجویز دی، دو پہاڑوں کے درمیانی درہ کو جس کو لمبائی ۳ میل اور چوڑائی بھی ۳ میل تھی، انہوں نے بڑی بڑی چٹانوں کو سیسہ (دھات کا نام) اور لوہے کی ذریعے جوڑ کر مضبوط دیوار بنائی۔

اس ڈیم کے نیچے بہت بڑے رقبے پر ایک حوض بنایا، پہلے درجے کی ضرورت کے

مطابق ڈیم کی سب سے اوپر والی منزل کے دروازے کھولتے وہاں سے پانی حوض میں آجاتا، جب مزید ضرورت ہوتی تو دوسری منزل کے دروازے کو کھول دیتے اور پانی حوض میں آجاتا، مورخین نے لکھا ہے کہ عام طور پر تیسری (سب سے نچلی) منزل کے دروازے کھولنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

ملک کو بارہ برابر حصوں میں تقسیم کیا، پھر اس کے رہنے والوں کے لیے اس حوض سے بارہ نہریں نکالیں اور ان میں ایسی کاری گری دکھائی کہ بارہ کی بارہ نہروں میں پانی ایک ہی رفتار کے مطابق جاتا اور اس کا تجربہ انہوں نے حوض میں خشک مینگنیاں ڈال کر کیا، سب کی رفتار کو برابر پایا، یہ ڈیم یمن کے شہر ''مآرب'' میں بنایا گیا، اسی کو ''سدِ مآرب'' کہتے ہیں۔

غرض یہ قوم بڑی فارغ البالی اور خوشحالی میں امن وسکون اور آرام وچین سے زندگی بسر کرتی تھی مگر نعمتوں کی کثرت اور خوشحالی نے اس قوم کو سرکش بنا دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لئے یکے بعد دیگرے تیرہ نبیوں کو بھیجا جو اس قوم کو خدا کی نعمتیں؟

"انطاکیہ" ملک شام کا ایک بہترین شہر تھا، جن کی فصیلیں سنگین دیواروں سے بنی ہوئی تھیں اور پورا شہر پانچ پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا اور شہر کی آبادی کا رقبہ بارہ میل تک پھیلا ہوا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں میں سے دو مبلغوں کو تبلیغ دین کے لئے اس شہر میں بھیجا، ایک کا نام "صادق" اور دوسرے کا نام "مصدوق" تھا، جب یہ دونوں شہر میں پہنچے تو یاد دلا دلا کر عذابِ الٰہی سے ڈراتے رہے؛ مگر ان سرکشوں نے خدا کے مقدس نبیوں کو جھٹلا دیا اور اس قوم کا سردار جس کا نام "حماد" تھا وہ اتنا متکبر اور سرکش آدمی تھا کہ جب اُس کا لڑکا مرگیا تو اس نے آسمان کی طرف تھوکا اور اپنے کفر کا اعلان کردیا اور اعلانیہ لوگوں کو کفر کی دعوت دینے لگا اور جو کفر کرنے سے انکار کرتا، اُس کو قتل کر دیتا تھا اور خدا عزوجل کے نبیوں سے نہایت ہی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ کہتا تھا کہ آپ لوگ اللہ عزوجل سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نعمتوں کو ہم سے چھین لے، جب حماد اور اس کی قوم کا طغیان وعصیان بہت زیادہ بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سیلاب کا عذاب بھیجا، جس سے ان لوگوں کے باغات اور اموال و

مکانات سب غرق ہو کر فنا ہو گئے اور پوری بستی ریت کے تودوں میں دفن ہوگئی اوراس طرح یہ قوم تباہ و برباد ہوگئی کہ ان کی بربادی ملک عرب میں ضرب المثل بن گئی، عمدہ اورلذیذ پھلوں کے باغات کی جگہ جھاؤ اور جنگلی بیروں کے خاردار اور خوفناک جنگل اُگ گئے اور یہ قوم عمدہ اورلذیذ پھلوں کے لئے ترس گئی۔

قوم سبا کی بستی کے کنارے پہاڑوں کے دامن میں بند باندھ کرملکہ بلقیس نے تین بڑے بڑے تالاب نیچے اوپر بنادیئے تھے،ایک چوہے نے خداعزوجل کے حکم سے بند کی دیوارمیں سوراخ کر دیااوروہ بڑھتے بڑھتے بہت بڑا شگاف بن گیا، یہاں تک کہ بند کی دیوار ٹوٹ گئی اورناگہاں زوردارسیلاب آگیا،بستی والے اس سوراخ اورشگاف سے غافل تھے اور اپنے گھروں میں چین کی بانسری بجارہے تھے کہ اچانک سیلاب کے دھاروں نے ان کی بستی کو غارت کرڈالا اور ہرطرف بربادی اورویرانی کادوردورہ ہوگیا،اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کے اس ہلاکت آفریں سیلاب کاتذکرہ فرماتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِينٍ وَّ شِمَالٍ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُورٌ فَاَعْرَضُوا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيْلٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُم بِمَا كَفَرُوا وَ هَلْ نُجْزِي اِلَّا الْكَفُورَ (۱)

ترجمہ:۔بیشک سبا کے لئے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ داہنے اور بائیں اپنے رب کارزق کھاؤ اوراس کاشکرادا کرو، پاکیزہ شہر اور بخشنے والارب توانہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پرزورکااہلا (سیلاب) بھیجا اوران کے باغوں کےعوض دو باغ انہیں بدل دیئے جن میں بکٹا (بدمزہ) میوہ اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں ہم نے انہیں یہ بدلہ دیاان کی ناشکری کی سزااورہم کسے سزادیتے ہیں اسی کو جوناشکرا ہے۔

---

(۱)پ22،سبا15۔: 17

غور کریں! اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشحالی ،صحت ، امن وامان اور سیاسی
استحکام جیسی سب کے بجائے عیاشوں میں مگن ہو گئے، اللہ کے احکامات کو
بھلا بیٹھے، ناشکری پر اتر آئے، یہاں تک کہ شرک کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح وفلاح کے لیے یکے بعد دیگرے ۱۱۳ انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا: لیکن یہ قوم اپنی خوشحالی ، امن وامان ،صحت اور مال ودولت پر اترانے لگی، انبیاء کرام علیہم السلام نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی؛ لیکن یہ نہ مانے، بالآخر ان پر عذاب آیا اور وہ ڈیم ٹوٹ گیا، ایک زبردست سیلاب آیا اور سارا علاقہ زیرآب آ کر صفحۂ ہستی سے مٹ گیا، اب خوشحالی نہ امن وامان ، شادابی نہ سیاسی استحکام، فراوانی نہ تجارت وزراعت، سب لٹ گیا، سب سیلاب نے بہا دیا۔(۱)

طوفانی بارش سے قوم عاد پر عذاب

''اَرض القرآن'' کے مصنف حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مطابق اس قوم نے زمین کے ایک بڑے علاقے پر تقریباً 1500 سال حکومت کی قرآن مجید میں اس قوم کو'قوم عاد'اور تاریخ اسلام کی کتابوں میں ''عاد اُولیٰ'' کے نام سے ذکر کیا گیا ہے،گویا یہ قوم اُس دور کی super power تھی(۲)

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بیٹے ''سام'' کی نسل سے اس قوم کا تعلق تھا، یوں تو بُت پرستی کی ابتداء ''قومِ نوح'' کے زمانے میں شروع ہو چکی تھی جسکی پاداش میں اُنہیں طوفانِ نوح میں غرقاب کر دیا گیا تھا، دُنیا کا یہ عظیم ترین طوفان' آنے والی نسلوں کے لیئے سامانِ عبرت

---

(۱) سیلاب۔اسباب آزمائش وعذاب اورنجات:۷

(۲) اس قوم کا مسکن ''احقاف'' کا علاقہ تھا جو حجاز، یمن اور یمامہ کے درمیان واقعہ ہے یہیں سے پھیل کر یمن کے مغربی ساحل سے عراق تک اپنی طاقت کا سکہ بٹھایا۔قوم نوح کی تباہی کے بعد دنیا میں جس قوم کو عروج عطا ہوا وہ یہی قوم عاد تھی۔

تھا؛مگر بعد کو آنے والی قوم بجائے عبرت پکڑتی ٗمزید اضافے کے ساتھ گمراہیوں میں مبتلا ہو گئی تھی، انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ جو قوم بُرے کام کرے وہ ہلاک ہو جائے، لیکن اللہ تعالی کی صفت رحمت کا فیضان ہیکہ اُنہیں بار بار موقع ملتا ہے کہ وہ اپنے تئیں سُدھار پیدا کرلے۔

نوح علیہ السلام کے بعد والی قوم ''عادِ اُوْلیٰ'' یا ''قومِ ھود'' کے پاس اُنہیں میں سے ایک حضرت ھود علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا، تاکہ اس قوم کو ہدایت کا پیغام ازسرنو پیش کرے اور انہیں ہلاکت سے بچائے۔ ''وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوْدًا''(۱) حضرت سیدنا ھود علیہ السلام اَبوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی چودھویں پشت کی اَولاد ہیں، آپ علیہ السلام کی عمر ۴۶۴ سال تھی، جب عاد نے بت پرستی اور حق تلفی کو جاری رکھا اور ہود علیہ السلام نے انھیں عذاب الٰہی کی خبر دی؛مگر پھر بھی انھوں نے اللہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور شرک پر ڈٹے رہے، اللہ نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچانے کے بعد بنی عاد کو تباہ کر دیا، قوم عاد پر سات رات اور آٹھ دن عذاب جاری رہا، کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ اگر سات سال بھی قحط ہو تو ہم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم اسے برداشت کر سکتے ہیں، یہ سات رات اور آٹھ دن کا عذاب ہر سال کے مقابلے میں ایک دن ہے، اتنی طاقتور قوم تھی کہ باوجود شدتِ ہوا کے سات دن تک زندہ رہے پھر آٹھویں دن صبح سب مر گئے اور ہوا نے اٹھا کر کھارے سمندر پر پھینک دیا۔

سورۃ الاحقاف میں ہے:

''وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ''

انسان کو چاہیے کہ تاریخ سے عبرت حاصل کرے ہلاک ہونے والی قوموں کے طور طریقے نہ اپنائے، اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے، جب پڑتی ہے تو قومیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہیں۔

---

(۱) الأعراف ۶۵:

طوفانی بارش اور سیلاب۔اسباب واسباق

طوفانی بارش کا ذمہ دار مسلمان ہے

متکلم اسلام مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ نے قدرتی آفاتی، سیلاب، طوفان، زلزلے، تیز ہواؤں اور دباؤں کے کچھ ظاہری وعارضی اسباب اور باطنی وحقیقی اسباب مقرر فرمائے ہیں، ظاہری اسباب سے بحث کا تعلق ہمارے علم سے ہوسکتا ہے، ہمارے عمل سے نہیں جبکہ باطنی اسباب کا تعلق ہمارے علم کے ساتھ ساتھ عمل کے ساتھ بھی ہے؛ اس لیے کہ ظاہری اسباب بھی تبھی ظاہری ہوتے ہیں جب باطنی وحقیقی اسباب پائے جاتے ہیں"۔

ملک میں سیلاب کی تباہی نے کتنے جانداروں کو گھر سے بے گھر کر دیا، ملک کا ایک بڑا حصہ مسلسل بارش وسیلاب کی وجہ سے ناگفتہ بہ حالات سے دو چار ہے، ہندوستان کی متعدد ندیاں خطرے کے نشان کے اوپر بہہ رہی ہیں، بڑی آبادی سیلاب کی زد میں ہے، رہنے، سونے کے لئے جگہ میسر نہیں، کتنے خوشحال لوگ آناً فاناً لاچار و بے بس ہو گئے، جو کل تک دوسروں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے، آج خود دوسروں کی امداد کے محتاج ہیں۔

ان سب حالات کے ہم خود ذمہ دار ہیں، کائنات میں ہونے والا ہر جرم جن کا عقلاً ونقلاً جرم ہونا مسلم ہے، ان سب کا مرتکب انسان ہی ہے، درندوں، پرندوں، چرندوں سے ان سب کا امکان بھی نہیں، ظاہری اسباب سے نہ بچنے پر ظاہری بیماریاں آتی ہیں، معصیت سے نہ بچنے پر مشکلات وحادثات طے ہیں محمد بن سیرینؒ کا قرضہ بڑھ گیا، فرمانے لگے میرے گناہوں کا نتیجہ ہے"(تفسیر قرطبی: ۳۱/۱۶)

گناہ مسلمان کریں تو پکڑ جلدی ہو جاتی ہے، کفار کریں تو مکمل عذاب آخرت میں دیا جاتا ہے۔

"ولنذيقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر لعلهم يرجعون"(۱)

---

(۱) سورہ سجدہ ۲۱

جلدی پکڑا اس لیے کہ آخرت کے دائمی عذاب سے محفوظ رہیں، چرواہا بکریوں کو شام گھر واپس لانے کے لیے میدان میں بکھری بکریوں کے پیچھے کتا دوڑاتا ہے، کہیں بھیڑیے کا لقمہ نہ بن جائے۔

موسم وطوفان کا نام دیکر اپنے گناہوں پر پردہ نہ ڈالا جائے

ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں، انسانوں کے اعمال ہی حالات کے بگاڑ کا سبب ہوتے ہیں، آج ہمارے معاشرے میں کونسا گناہ نہیں ہو رہا ہے، سود، بے حیائی، قتل، والدین کی نافرمانی، گانا بجانا، نوجوانوں کی آوارگی، رشتوں کا توڑ، سسرال کا ظلم، حرام خوری وغیرہ خدائی شفقت کا تقاضا ہے کہ عذابِ اکبر (عذاب آخرت) سے بچانے کے لئے عذابِ اَدنی (دنیوی عذاب، وقتی حالات) میں انسانوں کو ڈالتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالی کی طرف رجوع ہوں (لعلهم يتضرعون، لعلهم يرجعون) چھت پر سے نہ گر جائے اس لیے پیچھے کی طرف جھٹکا دیا جاتا ہے، جسم کی گندگی صاف ہوجائے اس لیے مائیں گرم گرم پانی سے بچے کا جسم صاف کرتی ہے، قیامت کی بے سر وسامانی سے بچ جائیں؛ اس لیے یہاں بے سر وسامان کر دیا گیا، قبر کا گھر انسان آباد کر لے اس لیے یہاں بےگھر کر کے احساس دلایا گیا؛ کرونا میں دائیں بائیں موت کا ننگا ناچ، جنازوں کا انبار اور قیامت کے منظر جیسی اپنوں کی بے وفائی اور دوری بتلائی گئی، ویسے دنیا کی کوئی مصیبت یا راحت ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں، کامیاب بیمار وہی ہے جس کی بیماری اس کو رب سے قریب کر دے، دل کا کتنا اندھا پن ہے کہ ڈنڈے پر نظر ہے؛ مگر مارنے والے پر نہیں، کرونا کا ڈر ہے؛ مگر اس کے رب کا نہیں، موت کا خوف ہے؛ مگر اس کی تیاری نہیں، خوب یاد رکھیے چیونٹی اور مکھیوں کی طرح حالات اور موسم بھی انہیں کی مخلوق ہیں، ان کے ہی ڈالنے سے آتے ہیں ان کے ہی چاہنے سے جاتے ہیں "ليس لها من دون الله كاشفه"،(۱) ہم اللہ کے ساتھ کتنا تھے کہ اب اللہ ہمارے

(۱) سورہ النجم: ۵۷

ساتھ ہوتا،سیکنڈ سے کم میں حالات بدل جائیں گے اگر فرش والے عرش والے کو منالیں ۔(۱)

غیر معمولی واقعات سے سبق سیکھیں

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ : بہ حیثیت مسلمان یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قدرت کی طرف سے جو غیر معمولی واقعات پیش آتے ہیں، ان میں انسانیت کے لئے سبق آموز پہلو بھی ہوتے ہیں، سورج گہن اور چاند گہن طبعی اعتبار سے معمول کے واقعات ہیں ؛ لیکن آپ ﷺ نے اسی واقعہ کو عبرت کے پہلو سے پیش فرمایا، کائنات کے طبعی نظام کے تحت زلزلہ کے چھوٹے ، بڑے واقعات پیش آتے رہتے ہیں ؛ لیکن قرآن مجید نے زلزلہ کے ذریعہ قیامت کے منظر کو پیش کیا ہے، یہ اس کائنات میں آنے والا سب سے بڑا زلزلہ ہوگا، جو پورے عالم کو زیروزبر کر کے رکھ دے گا، اس پس منظر میں دیکھئے تو بارش کی فراوانی اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی طغیانی میں بھی غور وفکر کے کئی پہلو ہیں"۔

انکارتوحید ورسالت : سب سے بنیادی سبب کفر تھا، انہوں نے توحید باری تعالیٰ اور حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ورسالت کو تسلیم نہیں کیا ؛ بلکہ آپ کی تکذیب کی ، مجنون کہا اور آپ کو دھمکیاں دیں ۔ قرآن کریم میں ہے : نوح علیہ السلام کی قوم نے ہمارے بندے (نوح علیہ السلام) کو جھٹلایا، اور کہا کہ یہ دیوانے ہیں اور آپ کو دھمکیاں دیں ۔

"كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ (۲)

قرآن کریم میں دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۳)

(۱) از : مفتی ابوبکر جابر قاسمی صاحب، ناظم کہف الایمان ٹرسٹ، حیدرآباد

(۲) سورۃ القمر، ۹

(۳) سورۃ نوح، ۲۶۔۲۷

اور نوح علیہ السلام کہنے لگے اے میرے رب ان کافروں میں سے کوئی کافر بھی روئے زمین پر باقی نہ رہنے دیجئے آپ کی طرف سے عطا کیے ہوئے علم شریعت کی روشنی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آپ نے ان کو عذاب بچا سے لیا تو یہ آپ کے باقی بندوں کو بھی گمراہ کریں اور ان سے جو اولاد پیدا ہوگئی وہ بدکار اور پکی کافر ہوگی۔

شرک: دوسرا بڑا شرک تھا، انہوں نے پانچ اولیاء (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) کے مجسمے بنائے ٹ پہلے کچھ عرصہ ان کی صرف تعظیم کی، بعد میں انہیں خدا کا شریک ٹھہرا کر انہی کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے، جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :

وَقَالُواْ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا۔(۱)

اس قوم کے سرداروں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اپنے معبودوں کو کبھی بھی مت چھوڑنا، نہ وَد اور سواع کو کسی صورت چھوڑنا اور نہ ہی یغوث ویعوق اور نسر کو چھوڑنا۔

تمسخر وتکبر: تیسر بڑا سبب تمسخر وتکبر تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے الفاظ میں ذکر کیا ہے :

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا۔ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۔ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا۔(۲)

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے بدعا کرتے ہوئے عرض کی : اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن آپ کے دین کی طرف بلایا، لیکن میری دعوت کا نتیجہ میں وہ مجھ سے اور دور بھاگنے لگے، جب بھی میں انہیں ایسے دین کی طرف دعوت دیتا تاکہ وہ اس پر عمل کریں اور آپ کی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے تمسخر اور استہزا کے طور پر اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اپنے سروں پر کپڑے لپیٹ لیے تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکیں اور ضد پر

---

(۱) سورہ نوح، ۲۳

(۲) سورۃ نوح، ۵ تا ۷

اُڑے رہے اور ایمان قبول کرنے سے تکبر اختیار کیا۔(۱)

مکاری: چوتھا بڑا سبب وہ مکاری ہے جسے قرآن کریم نے "وَ مَكَرُوا مَكْراً كُبَّاراً" حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کے خلاف سازشیں کرتے اور انہیں اذیتیں پہنچاتے۔

گمراہی پھیلانا: پانچواں سبب جسے قرآن مجید نے "وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا" سے ذکر کیا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم گمراہی پھیلاتی تھی، قوم میں شکوک وشبہات پیدا کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے۔

یہ پانچوں گناہ آج قوم میں کیا کسی قدر کم پائے جاتے ہیں؟ ہر قوم ماضی سے زیادہ ان گناہوں میں مبتلاء ہو چکی ہے۔

احکامات سے روگردانی: اللہ رب العزت نے قومِ سبا کے عذاب کی وجہ قرآن کریم میں یہ ذکر فرمائی کہ انہوں نے ہمارے احکامات سے منہ پھیرا، جس کی وجہ سے ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا ٹ پہلے ان کے دونوں اطراف میں پھل دار درختوں کے باغات تھے اب ان کی جگہ بدمزہ پھلوں، جھاؤ کے درختوں اور جنگلی کڑوی کسیلی بیریاں اُگ آئیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ان کی ناشکری کی سزا تھی اور ایسی سخت سزا ہم بڑے بڑے ناشکروں کو دیا کرتے تھے۔

طوفانی بارش نے بتادیا کہ انسان کتنا کمزور ہے

اس کا پہلا سبق انسان کا عجز اور اس کی ناتوانی ہے، بہت سی دفعہ حکومت، طاقت اور ان سب سے بڑھ کر علمی ترقی اور جدید ٹکنالوجی پر گرفت سے انسان غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ قدرت کا مقابلہ کرنے کی سوچنے لگتا ہے، اسی سوچ کے تحت فرعون وقارون اور نمرود نے اللہ تعالیٰ کی طاقت کو چیلنج کیا تھا، ماضی قریب میں کمیونسٹ تحریک نے انسان کے

(۱) سیلاب۔اسباب آزمائش وعذاب اور نجات: ۷

دائرۂ ادراک سے باہر کسی بھی طاقت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا، خدا کا اور مابعد الطبیعی تصورات کا مذاق اڑایا جاتا تھا؛ لیکن اِس طرح کے غیر معمولی واقعات انسان کے اس دعوے کی نفی کرتے ہیں کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر مسئلہ کو حل کرسکتا ہے، نیز اس کے عجز وناطاقتی کو ظاہر کرتے ہیں؛ اور انسان کو خدا کی طرف متوجہ کرتے ہیں، چنانچہ:

جب سورج گہن کا واقعہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے اس موقع پر طویل نماز ادا فرمائی (۱)

چاند گہن کے موقع کے لئے بھی نماز رکھی گئی (۲)

جب بارش رُک گئی اور قحط کی صورت پیدا ہوگئی تو آپ ﷺ نے نماز استسقاء ادا فرمائی (۳)

پھر جب بارش کی کثرت ہوگئی، جانور مرنے لگے، راستے خراب ہو گئے، صحابہؓ نے درخواست کی کہ بارش تھمنے کی دعاء کی جائے تو آپ ﷺ نے اس کے لئے بھی دعاء فرمائی، اور بارش رک گئی (۴)

اس لئے ایسے واقعات اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، توبہ واستغفار کا اہتمام کریں، اپنے روٹھے ہوئے خالق کو منانے کی کوشش کریں، اور ایک نئی زندگی شروع کریں، ایسی زندگی جو قرآن کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو، اپنے شب وروز کا جائزہ لیں کہ کہاں کہاں ہم سے نافرمانی ہورہی ہے، اور اپنی زندگی کے مختلف شعبوں کا احتساب کریں کہ کہاں ہم سے اللہ کا حکم ٹوٹ رہا ہے؟

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱۰۴۴ :

(۲) بخاری، حدیث نمبر ۱۰۶۵ :

(۳) بخاری، حدیث نمبر ۱۰۱۳ :

(۴) بخاری عن انس، حدیث نمبر ۱۰۱۳ :

طوفانی بارش نے اعتدال کا سبق دیا

ایک اہم سبق اعتدال اور میانہ روی کا ملتا ہے، بارش اپنی فطرت کے اعتبار سے نقصان کی چیز نہیں ہے؛ بلکہ انسان کے لئے بے حد فائدہ منداور کائنات کے لئے بقاء کا ذریعہ ہے، پانی ہی کے ذریعہ مردہ زمین لہلہا اٹھتی ہے، اور نوع بہ نوع پھل پیدا ہوتے ہیں اور وہ غذائی اجناس وجود میں آتی ہیں، جن پر ہماری زندگی کا مدار ہے

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔(۱)

لیکن اتنی مفید اور حیات بخش چیزیں بھی اگر حد اعتدال سے بڑھ جائیں تو یہ انسان کے لئے رحمت کے بجائے زحمت اور منفعت کے بجائے مضرت کا سبب بن جاتی ہیں، بادِ نسیم کے جھونکے انسان کو شادکام کرتے ہیں؛ لیکن یہی ہوا، اگر طوفان کی صورت اختیار کرلے تو بلائے جان بن جاتی ہے، اور آبادی کی آبادی تہس نہس ہوکر رہ جاتی ہے؛ چنانچہ ایسا بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا کا عذاب بھیجا گیا اور پوری قوم صفحۂ ہستی سے مٹ کر رہ گئی۔

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ(۲)

یہی حال پانی کا ہے، پانی ایسی نعمت ہے کہ موسم گرما کی تپش میں ہر شخص بارش کا متمنی رہتا ہے، کسان بارش کے لئے بے قرار ہوتا ہے اور جب آسمان پر گھٹا چھاتی ہے تو اس کے دل میں خوشی کی کلیاں چٹکنے لگتی ہیں؛ لیکن حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا، وہ بھی

---

(۱) انعام ۹۹ :

(۲) حاقہ ٦ :

بارش ہی کی شکل میں آیا۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (١)

فرعون کو بھی پانی ہی کی موجوں نے دبوچ لیا تھا۔

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ (٢)

جیسا کہ تفصیلاً ذکر کیا گیا، اس لئے اللہ کی کتنی ہی بڑی نعمت ہو اگر وہ حد اعتدال سے آگے بڑھ جائے تو انسان کے لئے رحمت کے بجائے زحمت اور راحت کے بجائے کلفت کا سبب بن جاتی ہے ۔(۳)

انسانی زندگی میں اعتدال ضروری ہے

جیسے قدرت کے کارخانہ میں بے اعتدالی تباہی و بربادی کی چیز بن کر آتی ہے، اسی طرح انسان کی عملی زندگی میں بھی بے اعتدالی بے حد نقصان دہ ہوتی ہے؛ اسی لئے اسلام نے قدم قدم پر اعتدال کی تعلیم دی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا : انسان کو اپنے رویہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے، نہ یہ ہو کہ ظالم کے سامنے اپنے آپ کو ظلم کے لئے پیش کر دیا جائے کہ اگر تم نے ایک گال پر تھپڑ مارا ہے تو آؤ دوسرے گال پر بھی تھپڑ رسید کر دو، اور نہ انسان کو مغرور و متکبر ہونا چاہئے کہ اس کی چال ورفتار سے کبر کی بو آنے لگے :

"ولا تصعّر خدك للناس ولا تمش في الأرض مرحا" (۴)

---

(۱) هود ۴۴:

(۲) بقره ۵۰ :

(۳) شمع فروزاں، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

(۴) لقمان ۱۸ :

کارِ خیر میں خرچ کرنا ایک اچھی بات ہے؛ لیکن اس میں بھی اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے کہ نہ اتنا بخل ہو کہ کبھی کسی کی مدد کے لئے ہاتھ نہ اٹھے اور نہ اس طرح خرچ کیا جائے کہ انسان خود ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جائے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا (۱)

آواز کا بلند ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک عطیہ ہے؛ لیکن انسان کا لب ولہجہ اتنا تیز اور آواز اتنی کرخت نہ ہو کہ لوگوں کو ناگوار گزرے، قرآن میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ بلند ہونے کے باوجود سب سے ناپسندیدہ آواز گدھے کی ہوتی ہے :

"إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (۲)

کھانے پینے میں بھی اعتدال کا حکم دیا گیا ہے : "کلوا واشربوا ولا تسرفوا" (اعراف ۳۱ :)

نماز اہم ترین عبادت ہے اور قرأت اس کا اہم ترین رکن ہے؛ لیکن اس میں بھی درمیانی راستہ اختیار کرنے کو کہا گیا ہے، نہ آواز بہت اونچی ہو اور نہ بہت پست:

"ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها" (۳)

غرض کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو یا لوگوں کے ساتھ تعلقات، ہر موقع پر قرآن مجید نے اعتدال ومیانہ روی کا حکم دیا ہے؛ مگر افسوس کہ موجودہ دور میں مسلمان بہ حیثیت قوم عمومی طور پر افراط وتفریط میں مبتلا ہیں، علماء معمولی اسباب کے تحت مسلمانوں پر کافر وفاسق ہونے کا حکم لگا رہے ہیں، سیاسی لیڈران ایک دوسرے کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں، جماعتیں اور تنظیمیں اتحاد کی دعوت دیتی ہیں؛ مگر ان کے نزدیک اتحاد کا مطلب یہ ہے کہ سارے لوگ

---

(۱) اسراء :۲۹

(۲) لقمان :۱۹

(۳) اسراء :۱۱

ان کے گرد جمع ہو جائیں، اصحاب زر نے اپنی قیمتی دولت کو اپنی شان وشوکت کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا ہے، مشائخ نے اپنی اپنی خانقاہوں اور درگاہوں میں حق کو منحصر کر دیا ہے، مقررین کا حال یہ ہے کہ ان کی ہنگامہ خیز تقریریں نذرانوں کی وصولی اور اپنے نام کی سر بلندی کے لئے ہوتی ہیں، غرض کہ ہر جگہ بے اعتدالی نے امت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے، قدرت کی طرف سے پیش آنے والے ایسے واقعات ہمیں متوجہ کرتے ہیں کہ دین ہو یا دنیا، خالق کے ساتھ تعلق ہو یا مخلوق کے ساتھ، ہر موقع پر اعتدال کا دامن ہمارے ہاتھوں میں ہو۔(۱)

بارش نے راستوں کے حقوق واہمیت سکھلادی

رسول اللہ ﷺ نے سماجی رویہ کے بارے میں جن باتوں کی تعلیم دی ہے، ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ آپ نے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کو ایمان کا ایک حصہ قرار دیا ہے:

"وأدناها اماطة الأذى عن الطريق"(۲)

اذی کے معنیٰ تکلیف دہ چیز کے ہیں، چاہے وہ کانٹے اور چبھنے والی چیزوں کی شکل میں ہو یا گندگی کی شکل میں، یا کسی نے بیچ راستہ پر اور نو پارکنگ کے حصہ میں اپنی گاڑی پارک کر دی ہو، یا کوئی شخص ڈرینج کی نالی کو بند کر دے، جس سے گندگی سڑک پر اُبل آئے، یا جو راستہ بارش اور سیلاب کا پانی نکلنے لئے چھوڑا گیا ہو، کوئی اس راستے میں پلاٹنگ کر کے آبادی بسا دے اور پانی کی نکاسی میں رکاوٹ پیدا ہو جائے، یہ تمام صورتیں "أذی" (تکلیف دہ چیز) میں داخل ہیں، اور ان سب کو دور کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔

کسی بھی شہر میں تباہی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لینڈ گرابرس نے تالابوں میں پلاٹنگ

---

(۱) شمع فروزاں

(۲) بخاری، حدیث نمبر ۱۲۶۳:

کر دی ہے، غریب اور ناواقف لوگوں نے سستی زمین سمجھ کر پلاٹ خرید لیا، بیچنے والے تو زمین بیچ کر نکل دیئے، اور غریب و ناواقف خریداروں پر جو مصیبت آئی، وہ سب کے سامنے ہے، یہ ہمارے ملک میں مسلمانوں کا عام مرض ہے اور اس کے ذریعہ کسی بھی شہر میں مسلم اور غیر مسلم آبادی کی شناخت کی جا سکتی ہے، مسلم آبادیوں میں پہلے تو راستے تنگ کر دیئے جاتے ہیں، سڑک پر سیڑھیاں نکالنا اور چھجے بنانا ہر آدمی اپنا حق سمجھتا ہے، پھر اس کے بعد اپنی گاڑی کھڑی کر دی جاتی ہے، اگلے حصہ میں کرایہ لے کر ٹھیلے والے کو کھڑا کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ کشادہ سڑک چھوٹی سی گلی بن جاتی ہے، تالابوں، نہروں اور دریاؤں کے کنارے پاٹ پاٹ کر وہاں پلاٹنگ کی جاتی ہے، غیر قانونی طور پر مکانات بنائے جاتے ہیں، اور پانی نکلنے کے راستے کو تنگ سے تنگ تر کر دیا جاتا ہے، تالابوں کا بڑا حصہ بیچ کھایا جاتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کو پینے کا پانی نہیں ملتا، زمین میں پانی کی سطح گرتی چلی جاتی ہے، اور ایسی مصیبتوں کے وقت لوگ ناقابل بیان تکلیف سے دو چار ہوتے ہیں، یہ چیز ایمان کے مغائر ہے؛ کیوں کہ یہ راستہ میں تکلیف دہ چیز رکھنے میں شامل ہے، اگر ہم آپ ﷺ کی اس تلقین پر عمل کریں کہ اپنے راستوں کو خواہ چلنے کا راستہ ہو یا پانی کے گزرنے کا، رکاوٹ سے بچائیں تو انسانیت ایسی مصیبتوں سے دو چار نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لے لی، قیامت کے دن اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا (بخاری، حدیث نمبر: ۳۱۹۸) ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی زمین ایک بالشت ظلماً لے لی، قیامت کے دن اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس پوری زمین کو پانی کی سطح تک کھودے، اور پھر اسے حساب وکتاب کے میدان تک لے کر جائے۔

”کلف أن یحمله یوم القیامة، حتیٰ یبلغ الماء ثم یحمله إلی المحشر“(۱)

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۶۹۵

موسم کی تبدیلی عبرت وسبق کا مقام

موسم کی تبدیلی سے ہر چیز پرحتی کہ انسانی وجود بھی متاثر ہوتا ہے،سال بھر میں چار موسموں گرمی،سردی،بہار اور خزاں سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے،سردیوں میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہے؛ گرمیوں میں دن لمبے اور رات چھوٹی ہوتی ہے،خزاں میں درخت پتوں سے خالی ہوجاتے ہیں تو بہار میں ہر طرف سبزہ نظر آتا ہے،ہمیشہ ایک ہی موسم رہے تو عالم دنیا بے رنگ،بدمزہ ہوجائے،تبدیلی موسم کی قدر نہایت ٹھنڈے یا نہایت گرم مما لک میں رہنے والوں کو ہوتی ہے،جہاں سارا سال یا تو سخت سردی اور برف باری رہتی ہے یا پھر تیز دھوپ اور گرمی،وہاں کے باشندے تبدیلی موسم کا نہایت شدت سے انتظار کرتے ہیں۔

انسان کی زندگی بھی چار حصوں میں تقسیم ہے اس کا پہلا حصہ بہار(بچپن) کا ہے،جس میں انسان پرورش پاتا ہے،اس کی جڑیں،تنے،شاخیں،پتے اور پھول نکلتے ہیں یہ مہکتا ہے،لہکتا ہے اور پھل پھول دیتا ہے،دوسرا حصہ گرم(جوانی) کا ہوتا ہے،جس میں اپنے جیسے نئے پودے تیار کرنا،ان کی حفاظت کرنا،خود کو بیماریوں اور قدرتی آفتوں سے بچانا ہے،تیسرا حصہ خزاں (ادھیڑ عمر) کا ہوتا ہے جس میں درخت کی طرح انسان کے پھول پتے (اولاد شادی کے ذریعہ) الگ ہوجاتے ہیں،انسان خود بیمار اور کمزور ہوجاتا ہے،اسکی رونق جاتی رہتی ہے،آخری اور چوتھا موسم سرد(بوڑھاپے) کا ہوتا ہے،جس میں انسان زوال پذیر اور تنہا ہوجاتا ہے،آخر کار مٹی میں مل کر مٹی ہوجاتا ہے محنت کرنے اور کمانے کا موسم جوانی ہی ہے،اس لیے جوانی کی قدر کرلینا چاہئے،ورنہ کہنا پڑے گا،بچپن کھیل کر کھویا، جوانی نیند بھر سویا،بوڑھاپہ دیکھ کر رویا۔

سیلاب اور ہماری ذمہ داری

ایسے موقع پر یہ بات بہت خوش آئند ہوتی ہے کہ مسلمان بڑھ چڑھ کر حصہ لیں،مسلمانوں

کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈہ کا اپنے عمل کے ذریعہ جواب دیں، دوسری ریاستوں کے مسلمانوں کی بھی مدد کا ہاتھ بڑھائیں، انفرادی سطح پر بھی تعاون کی کوشش کریں، اور اجتماعی سطح پر بھی پریشان حال لوگوں کا تعاون کریں، اپنی تنظیمی جدوجہد کو دعوتِ دین تک محدود رکھنے والے بھی سامنے آئیں، جیسے اس سے قبل نمایاں خدمت انجام دیں، مسلمانوں کا جذبہ تعاون کوئی قابل تعجب بات نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم نہیں کرتا، نہ اس کو ظلم کرتے ہوئے چھوڑتا ہے، جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے، اللہ اس کی ضرورت پوری فرماتے ہیں، جو کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ اس کی مصیبت کو دور فرماتے ہیں اور جو کوئی کسی مسلمان کی مجبوری پر پردہ رکھتا ہے، اللہ اس کی کمزوری پر قیامت کے دن پردہ رکھیں گے۔(۱)

حدیث میں اگرچہ مسلمان پر ظلم نہ کرنے اور اُن کو ظلم سے بچانے یا مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے؛ لیکن یہ بات مدینہ کے ماحول کے لحاظ سے کہی گئی ہے؛ کیوں کہ وہاں مسلمانوں کا مسلمانوں ہی سے سابقہ تھا، ورنہ یہ تعلیمات پوری انسانیت کے لئے ہیں، جیسا کہ قرآن وحدیث کے عمومی احکام اور خود رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ مبارکہ سے ثابت ہے، بالخصوص ہمارے ملک میں بہت بڑی تعداد سطح غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے اور مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک ساتھ رہتے ہیں، اس لیے کمزوروں، پریشان حالوں، تنگ دست اور ٹھکرائے ہوئے لوگوں کی مدد انتہائی اہم اجتماعی فریضہ ہے۔

سیلاب زدگان کو جہاں اپنے قیمتی املاک کے ضائع ہونے کا غم ہے وہیں وہ بھوک و پیاس کی شدت سے بے تاب ہیں، نہ بارش سے بچنے کے لئے کوئی سائبان ہے نہ فرش پر بچھانے کے لئے کوئی بچھونا، بچے بھوک و پیاسے ہیں، ماؤں کا سینہ خشک ہو چکا، نوجوانوں کی طاقت جواب دے چکی، نامساعد حالات میں ہر فرد بشر کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ ہم ان پریشان حال انسانوں کی مدد کریں، ان کے لیے محفوظ مقامات پر مکانات کا انتظام

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۴۴۲ :

کریں! ہنگامی موقعوں پر قومی یکجہتی اور رواداری کو آگے بڑھانا، بلاتفریق مذہب وملت انسانیت کی خدمت کرنا اسلامی فریضہ ہے۔

باز آباد کاری کا کام، مکانوں کی صفائی، صاف پانی، چادر اور بلانکٹس کی تقسیم، دور کی اندرونی بستیوں میں جا کر بغیر تصویر کشی کے ایسا دودھ تقسیم کیجئے، جس میں شکر ڈالنے یا گرم کرنے کی ضرورت نہ ہو، موز اور بریڈ دیجیے، جس کو وہ حسبِ ضرورت استعمال کرسکیں، تسلی دیجئے کہ ہم آپ سے بدتر تھے؛ لیکن پروردگارِ عالم نے شاید آپ کو محبوب جان کر معتوب کیا، قریبی شاگرد کو، چہیتے بیٹے کو زیادہ سزا دی جاتی ہے۔ (شمع فروزاں)

بارش میں نوجوانوں کے نام اہم پیغام

طوفانی بارش نے شہروں میں بہت زیادہ تباہی مچائی ہے،، بہت سے لوگ ہلاک بھی ہوئے شہر کے بیشتر علاقے اس خطرناک طوفان کی زد میں آگئے بہت سے خاندان بے گھر ہوگئے، مکانات میں پانی داخل ہونے کی وجہ سے لوگ کافی پریشانی کے عالم میں ہے بے بسی وبے کسی کے ساتھ دن و رات گذارنے پر مجبور ہیں، گھروں کا مکمل سامان ناقابل استعمال ہوگیا ہے، گھروں میں گلیوں میں راستوں پر گندگی بھری ہوئی ہے، ایسے متاثرہ علاقے کے رہنے والے ہماری مدد کے منتظر ہیں وہ ہماری راہ تک رہے ہیں، انہیں اس بات کا یقین ہے ہمارے شہر کے نوجوان ان نازک حالات میں ہمیں یوں ہی تنہا سسکتا بلکتا نہیں چھوڑیں گے، وہاں کی بوڑھی مائیں اپنے بیٹوں کے انتظار میں ہیں، وہاں کی بہنیں اپنے بھائیوں کے انتظار میں ہیں ، ہاتھ جوڑ کر اللہ کا واسطہ دیکر یہ عرض ہیکہ خدارا! ان کے یقین کو ٹوٹنے مت دیجیے، ان کی آنکھوں میں امید کا جو دیا جل رہا ہے اسکو بجھنے مت دیجیے، خدارا! اب تو بیدار ہوجائیے ان نازک ترین حالات میں اپنی ذمہ داری کو سمجھیے، جو نوجوان اور جو تنظیمیں وہاں پر خدمات انجام دیں رہے ہیں، اللہ ان تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی بے لوث خدمات کو قبول فرمائے، ان کی خوب مدد ونصرت فرمائے، حدیث پاک میں

ہے۔ ”خیر الناس من ینفع الناس“۔لوگوں میں بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔

امدادی چیزیں دیتے وقت ویڈیو بنانا

بارش وطوفان کے موقع پر کی جانے والی امداد بے حس،کم عقل یا انتہائی لاچار شخص تو تصویر بازی کے ساتھ لے لے گا؛مگر غیرت منداور خود داراپنی عزتِ نفس کا خون کرنا نہیں چاہتا،چندہ دینے والوں کو اعتماد میں لینے کا طریقہ یہ ہے کہ حساب کی شفافیت ہو،شرعی اصول کی پوری رعایت ہو،انہیں ازخود مصرف تک پہنچانے کی ترغیب دی جائے، چھپا کرغیرت مندوں کو دے کران کی دلی دعالی جائے،آخری درجے میں صرف انہیں مطمئن کرنے کے لیے ایک آدھ تصویر لے لی جائے،اس طرح کہ لینے والے کا چہرہ دھندلا ہو،مبہم ہو،بڑے بڑے کام کرنے والے اللہ کے نیک بندے اورکم مشہور تنظیمیں ہم سے بڑا کام کرتی ہیں اور کرتی تھی مگر انہیں ہر قدم پر ہر چھوٹی چیز پر ویڈیو یا تصویر کشی کی ضرورت نہیں تھی،چندہ دینے والے،لینے والے کی غربت کے مذاق کے ساتھ کیا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اخلاص کے ساتھ دینے والوں کا مال صحیح مصرف میں پہنچ ہی جاتا ہے یا وہ مصرف درست ہوجاتا ہے دینے کے بعد (حدیث میں واقعہ موجود ہے، ایک مخلص نے رات کے اندھیرے میں مالدار بخیل، فاحشہ اور چورکو دے دیا، بعد میں افسوس ہوا، اُسے خدا کی طرف سے بتایا گیا کہ انہوں نے افعالِ بد سے توبہ کرلی ہے)

چندہ دینے والوں کو متوجہ کرنے کے لیے دعا، اپنا اخلاص اور روحانیت پیدا کرنے کے بجائے صرف اس رواجی طریقے سے ہم کیا اپنی آخرت بنانا چاہتے ہیں؟ کام کی مقدار سے زیادہ کام کی عنداللہ مقبولیت کا فکر کرنے والوں کا ہرگز یہ طرزِ عمل نہیں تھا؛مالی تعاون کرنے والوں کو آپ پر اس قدر بھی اعتماد نہیں تھا تو کام کیوں شروع کیا،کیا ان کا بھروسہ جیتنے کے لیے آپ اتنا گرسکتے ہیں۔(۱)

---

(۱)از : مفتی ابوبکر جابر قاسمی صاحب، ناظم کہف الایمان ٹرسٹ، حیدرآباد

مسلمان چلتا پھرتا میڈیا ہے

الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا کچھ بھی کرے، ہر مسلمان چلتا پھرتا میڈیا ہے، اگر وہ مثالی مسلمان بن جاتا ہے تو نفرتوں اور عصبیتوں کے پہاڑ ٹوٹ جائیں گے، آپ مبارکبادی کے قابل ہیں کہ نفرت کا جواب محبت سے دیا اور دیتے رہنا ہے، دنیا میں رہنے کی چیز محبت ہے نفرت نہیں "اما الزبد فیذهب جفاء"؛ صلہ کی پرواہ کیے بغیر، غیر مسلم بھائیوں سے دادِ تحسین کی امید کے بغیر اپنا کام کرتے رہیے، اسلام سے قریب کرنے کی نیت زیادہ ہو، دین سے متاثر کرنے کا غم سوار ہو، انہیں جہنم سے نجات دلانے کی فکر غالب ہو، وہ ان حالات میں بھی ہر اعتبار سے ہم سے زیادہ قابل رحم ہیں، خدا سے دوری، غیر سے امید ہی دنیا میں بڑا عذاب ہے، ظلم وقتل کے وہ ہم سے زیادہ شکار ہیں، آپ کامیاب ہو گئے ملک میں انسانیت کو باقی رکھنے میں، آپ جیت گئے کہ میدان تو ہارے ہیں مگر ہمت اور حوصلہ نہیں ہارے ہیں، زمینوں اور ملازمتیں تو کھویا ہے مگر اپنے اصول واقدار بچانے کی فکر میں لگے رہے۔ واللہ المستعان۔(۱)

سیلاب اور حکومتی ذمہ داری

قدرتی آفات زندگی کا حصہ ہیں، یہ آتے ہیں اور آتے رہیں گے، قدرت کا نظام اپنا کام بہر حال کرے گا، پانی جس پر پڑے گا اس کو گیلا کر دے گا، آگ جہاں لگے گی اسے خاک کر دیگی، ہواؤں کا طوفان جہاں اٹھے گا وہ چیزوں کو اکھاڑ پھینکے گا، البتہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے متعلقہ وسائل کو بروئے کار لا کر اپنے بچاؤ کا انتظام کرے بصورت دیگر "نظامِ قدرت" سے شکایت فضول ہے۔

مانسون سیزن ہر سال آتا ہے، ہر بارشیں اور سیلاب بھی آتا ہے، ملک کی سیلابی

(۱) از : مفتی ابوبکر جابر قاسمی صاحب، ناظم کہف الایمان ٹرسٹ، حیدرآباد

صورتحال غیر معمولی ہے اور نہ ہی ناگہانی آفت ہے، بارش کے نقصانات سے بہتر انتظامات کر کے بچا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ہر حکومت اپنی ''بنیادی ذمہ داریوں'' پر توجہ دے، اپنا سارا زور سیاسی کرسی کے تحفظ، بدعنوانی کے فروغ کے ارد گرد نہ گھومے، ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے مطلوبہ تعداد میں تربیت یافتہ عملہ کا نہ ہونا، متعلقہ اداروں کا اپنے وسائل کے ساتھ فوری حرکت میں نہ آنا بھی قابل اصلاح پہلو ہے۔

دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں بھی سیلاب زدہ بارشیں ہوتی ہیں، سمندری طوفان بھی آتے ہیں لیکن وہاں جانی اور مالی نقصانات کی شرح انتہائی کم ہوتی ہے، یوروپ میں شدید بارش کے باوجود برقی شاک سے نہ ہلاکتیں ہوتی ہیں، نہ چھتیں گرتی ہیں اور نہ ہی سڑکیں وگلیاں دن رات پانی میں ڈوبی رہتیں ہیں، تھوڑی دیر کے لیے پانی جمع ہوتا ہے اور پھر طاقتور سیوریج سسٹم کی بدولت پانی غائب ہو جاتا ہے۔

قدرتی آفات جانب دار نہیں ہوتی ہیں مگر پھر بھی ہمیشہ محروم طبقات ہی نشانہ پر آتے ہیں، دنیا کا ہر گناہ اقتدار رکھنے والے طبقوں کے محلات میں پایا جاتا ہے، مگر سیلابوں میں کوئی لیڈر اور سرمایہ دار نہیں مرتا، چونکہ وسائل پر قابض یہ طبقہ شہروں کے پاش علاقوں میں بستا ہے، ان کے بنگلے بنائے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ اس پر اسکا اثر ہی نہ ہو۔

یہاں بھی اپنی سیاست چمکانے کے لیے ریاستی حکومت مرکزی حکومت سے اور مرکزی حکومت عالمی برادری سے امداد کی اپیل کرتی ہے، جب امداد مل جاتی ہے تو یہ امداد نیچے سے اوپر تک بیٹھے بدعنوان افسران کی مالی اضافہ کا سبب بن جاتی ہے، جب کہ قدرتی آفات سے متاثر ہونے والے عام آدمی کے لیے امداد کا انتظار اتنا طویل ہوتا ہے کہ امداد پہنچتے پہنچتے وہ کسی دوسری آفات تک پہنچ جاتا ہے۔

جاپان سے سبق سیکھیں

قدرتی آفات ازل سے ہی انسانی کی آزمائش بنی ہوئی ہیں، ان آفات سے نمٹنے میں

وہی ملک یا قومیں سرخ رو ہوئیں، جنہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی اور اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے 2011ء میں جاپان میں جو زلزلہ آیا اور اس کے نتیجے میں جو سونامی آئی، یہ دنیا کی تاریخ کا سب سے خطرناک سیلاب تھا جس نے جاپان کے ایک حصے کو ملیا میٹ کر دیا، انسانی آبادی عمارتیں، گاڑیاں، جہاز، تنصیبات حتیٰ کہ نیوکلیئر پاور پلانٹ، اور گھروں کو بھی تباہی کا سامنا کرنا پڑا، ایسا خطرناک سیلاب جاپانی تاریخ میں کبھی نہیں آیا، مگر وہی جاپانی قوم چند برسوں بعد ہی اپنی اسی حالت میں واپس آ گئی ہے جو سونامی سے پہلے تھی، تمام مسائل پر جاپان نے قابو پا لیا ہے، معیشت بحال ہوگئی ہے، تباہ شدہ علاقوں کے لوگ بحال ہو گئے اور زندگی پھر اس طرح رواں ہے جس طرح پہلے تھی، وہاں بھی لاکھوں کی تعداد میں انسان بستے ہیں، مگر وہ ان قدرتی آفات کے نقصانات کو کم سے کم کرنے کی منظم منصوبہ بندی اور موثر انتظامات کی بدولت ایک حد تک محفوظ رہتے ہیں، بے شک ہم قدرتی آفات سے نہیں لڑ سکتے؛ لیکن ہمیں ان حالات کیساتھ کیسے جینا ہے؟ یہ تو سیکھ لینا چاہیے، تالابوں کے شکم میں اور نشیبی علاقوں میں واقع وہ بستیاں، جہاں موجود انسانی آبادیوں کو حد سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے، انہیں وہاں سے شفٹ کرتے ہوئے انکے لئے متبادل انتظامات کرنی چاہئے، بارش کے نقصانات کو کم کرنے کے لیے نئے آبی ذخائر کی تعمیر، موجودہ آبی ذخائر کی مرمت وصفائی، حفاظتی دیواروں کی مضبوطی، آبپاشی اور دیگر متعلقہ محکموں سے بدعنوانی کے خاتمہ کی ضرورت ہے۔(۱)

سیاست سے زیادہ انسانیت کی فکر کریں

سیاست کی کرسی چمکانے سے زیادہ انسانیت کو چمکانے کی فکر کریں، خدارا اس موقع پر تو انسانیت کا ثبوت دیتے ہوئے صوبائی ومرکزی حکومتیں اپنے شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کے لئے مثبت اور مؤثر اقدامات کریں، لوگوں کے جسموں پر نہیں کہ بلکہ دلوں پر حکمرانی کا وقت ہاتھ آیا ہے، اسے سیاست کے حوالے نہ کیجئے۔

---

(۱) روزنامہ سیاست، September 24, 2016، محمد جسیم الدین نظامی

مصیبت کے وقت خدمتِ خلق بے غرض بن کر کریں

خدمتِ خلق اسلام کا لازمی جز مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں، جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو تمام جسم درد محسوس کرے، بلاتفریق مذہب وملت خیر خواہی وہمدردی کریں، ناگہانی حالات میں ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، انفرادی واجتماعی سطح پر جہاں تک ہوسکے راحت رسانی کا انتظام کریں، اپنے اندر دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا کریں، اپنی وسعت کے مطابق پریشانی سے نکالنے کی کوشش کریں، نماز عبادت ہے، بندوں کی خدمت اور زخمی دلوں پر مرہم رکھنا بھی بڑے اجروثواب کا باعث ہے، اپنے بھائی کی ضرورت میں لگنا ۱۰ ؍سال کے اعتکاف سے بہتر اور افضل ہے۔(سنن بیہقی) کچھ نہ دے سکیں تو حوصلہ افزائی کریں، ساتھ کھڑے ہوں، حوصلہ شکنی سے بچائیں۔

خدا ترس شخص نے نفل حج ترک کرکے بڑھیا کو اپنے حج کا تمام سرمایہ دے دیا، شریف زادی کو فاقہ کی مصیبت سے نجات دلانے پر حج کے اجر سے نواز دیا گیا، ہم عبادات کی نہیں؛ بلکہ اپنے فضولیات کی رقم خرچ کردیں، تو کافی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے ہزارہا اشرفیاں ان معمر اور کمزور افراد کو رہا کرانے میں صرف کردیں جن سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔

یہ رب کو پانے کا وقت ہے، اللہ فرمائیگا اے ابن آدم! میرا فلاں بندہ بیمار تھا، فلاں نے کھانا مانگا تھا، میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا، اگر تو نے اس کی عیادت ، بھوک و پیاس مٹائی ہوتی تو آج اس کا ثواب پاتا''۔(۱)

یہ وہ انفاق ہے جو اللہ رب العزت کے ذمہ قرض حسنہ ہے جو بہتر طور پر حفاظت و اضافہ کے ساتھ عین ضرورت کے وقت لوٹا دے گا۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ

"من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسنا فیضاعفه له اضعافا کثیراً"(۱)

اپنی محنت قبول کروانے کی فکر کریں

اپنے انفاق کی قبولیت کی فکر کریں ،انفاق کی قبولیت کے لیے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے چھے شرائط تحریر فرمائے ہیں:

۱۔حلال مال کا اہتمام کریں۔(موجودہ حالات میں اگرکسی کے پاس سودی رقم رکھی ہوئی ہوتو وبھی خرچ کی جاسکتی ہے،کیونکہ یہ مصیبت زدہ محتاج وغریب کے حق میں حلال ہے)

۲۔سنت کے مطابق خرچ کریں۔

۳۔صحیح مصرف میں خرچ کریں۔

۴۔خرچ کرنے کے بعد احسان نہ کریں۔

۵۔جس پرخرچ کیا ہے اس کی تحقیر وتذلیل کا کوئی کام نہ کریں۔

۶۔خالص رضائے الٰہی کے لیے خرچ کریں،نام ونمود،شہرت وریاء سے بچیں۔

سنت کے مطابق خرچ کرنے کا مطلب آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ تحریر فرماتے ہیں"مصرف کی اہمیت وضرورت کی شدت کالحاظ کر کے مصرف کا انتخاب کیا جائے،عام طور پرخرچ کرنے والے اس کی رعایت نہیں کرتے"(۲)

خدا کرے ہماری بے حسی بھی کسی طوفان کی زد میں آجائے

دوسری شرط کی رو سے صاحب ثروت حضرات کا مختلف ممالک اپنی فیملی کے ساتھ سیر وتفریح،آزاد پنچھیوں کی ہوٹل بازی،کھیل وکرکٹ پرجوا وسٹہ بازی،پرندوں کا شوق فینش

(۱)سورہ بقرہ:۲۴۵

(۲)معارف القرآن،سورہ بقرہ:۶۳۵

ہالوں کا فضول خرچ ،عین سیلاب کے ایام میں باجے ، بارات ، ویڈیوگرافی گھوڑے ، جوڑے کی رسم ، ناتربیت یافتہ متدین احباب کا غیر آباد علاقوں میں مہنگی مساجد کی تعمیر ، مساجد کی ضرورت سے زائد تزئین کاری ، مہنگی گاڑی اور موبائیل کا شوق خلاف سنت خرچ نہیں ہے؟ بلکہ بعض خرچ حرام وگناہ نہیں ہیں؟ کیا خرچ ہو یہ مقصود نہیں ؛ بلکہ کہاں خرچ ہو یہ مقصود ہے ، بے مصرف کا خرچ ثواب کے بجائے عتاب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

”یسئلو نک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللو الدین“ (۱)

آفات ومصائب کا شکار ، گھر سے بے گھر ، مویشی سیلاب میں بہہ گئے ، کھیت اور گھر طوفانی پانی کی نذر ہو گئے ، ان سے زیادہ امداد کا مستحق کون ہوسکتا ہے!

مذکورہ بالا شرائط کی روشنی میں غور کریں سیلاب زدگان کی مدد کے وقت فوٹو لینا ، ویڈیو بنانا ، پانچویں وچھٹی شرط کے خلاف نہیں ہے؟ غرباء کی غربت کا مذاق اڑانا نہیں ہے؟ عزت دار شخص تصویر کے خوف سے بھوک وفاقہ گوارکرنے پر مجبور ہے ، اخلاص کی خاصیت ہے کہ آتا دیر سے اور جاتا جلدی ہے ، عمل کے اول ، وسط ، وآخر میں کڑی نگرانی کرنی پڑتی ہے ، کیا اپنی نسبی مصیبت زدہ بہن ، بھائی کی مدد کے وقت بھی تصویر کشی کی جاتی ہے؟

کتنی دلہنوں کا سہاگ اجڑ گیا ، بلکہ دلہن کی ڈولی سے پہلے اس کا ڈولا (جنازہ) گھر سے نکلا ، گھروں میں کام کر کے شادی کے لیے جمع کیا گیا سارا سامان سیلاب کے حوالے ہوگیا ، کتنے والدین کی گود خالی ہوگئی ، کتنے لوگ بے سہارا ہو گئے ، آٹو رکشا چلانے والوں کی زندگیاں ، ان کے قرضے ، چھوٹے معصوم بچوں کی چیخ و پکار ، گھروں کا ڈوب جانا ، بہہ جانا ، ہمیں دعوت عبرت نہیں دیتا کہ ہم توبہ کریں ، تصویر کشی سے باز آئیں ، اگر اب بھی گناہ سے باز آنے کا خیال پیدا نہ ہوا تو یہ سیلاب سے بڑا عذاب ہے۔

”فلو لا اذ جاءھم باسنا ولکن قست قلو بھم وزین لھم الشیطان

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۱۵

ماکانوایعملون"(۱)

کسی کے بچے روٹی کو ترستے ہوں وہ پانی میں رہ کر بھی پیاسے ہوں اور ہماری اولاد فاسٹ فوڈ آدھا کھا کر پھینک رہی ہو،رسومات سے بھری بارات شور شرابے کے ساتھ اس غریب کے گھر سے گذرے جس کا گھر،سامان عروسی سب تباہ ہو چکا ہو،اس کے دل کی آہ سے ایک نیا طوف بر پا ہوسکتا ہے،زخم جو دِکھتے نہیں وہ دُکھتے بہت ہیں۔

آفات ومصائب میں گرفتار افراد امداد طلب کریں گے، کچھ افراد ایسے بھی ہوں گے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے،اپنا دُکھ درد بیان کرنے سے گریزاں ہوں گے،ایسے خوددار، غیرت مند،قناعت کرنے افراد کو نظر انداز کرنا،ضرورت مند نہ سمجھنا قرآنی دعوت کے منافی ہے۔(۲)

درستگئ اعمال اور کثرت استغفار

درستگئ اعمال اور کثرتِ استغفار کی طرف بھی متوجہ کیجیے،بار بار کی بارش،بے قابو نالے، زمین سے ابلنے والے چشمے؛صرف ان کارب ہی تھام سکتا ہے۔"وما کان اللہ معذبھم و ھم یستغفرون" مسجدوں میں دعائیہ اجتماع کیجیے،فنکشن ہالوں میں پناہ لینے والی خواتین میں غذائی اشیاء تقسیم کرنے سے پہلے زندگی سے گناہ ختم کرنے اور توبہ کرنے کی ترغیب دیجیے۔

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ عذاب کے کئی اسباب اور مختلف وجوہات ہوتی ہیں،عذاب کی کئی شکلیں ہوتی ہیں اور ان کا حل صرف یہی ہے کہ انسان اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔

"وَٱتَّقُوا۟ فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنكُمْ خَآصَّةً ۖ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ

---

(۱)انعام:۴۳

(۲)سورۃالبقرہ ۲:۲۷۳

شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ"۔(۱)

اوراس وبال سے ڈروجوتم میں سے صرف ان لوگوں پرنہیں پڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا، اوراس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے،آج جن علاقوں میں تیز طوفانی بارشیں ہورہی ہیں یا سیلاب آیا ہواہے، یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ان علاقوں میں رہنے والے تمام لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ہے بلکہ گناہ گاراورخداکے غضب کو دعوت دینے والے لوگ تعداد میں کم ہوں گے ان پر عذاب بصورتِ عذاب جبکہ باقی لوگوں پر عذاب بصورتِ آزمائش ہے۔

(۱) سورۃ الانفال ۲۵

سیلاب زدگاں سے کچھ باتیں

صبر وصلاۃ کا اہتمام

مشکل حالات میں صبر کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے،مصائب میں صبر کشادگی کی چابی ہوتی ہے" الصبر مفتاح الفرج" زندگی کے شدائد میں صبر وصلاۃ سے استعانت کا خاص حکم دیا گیا ہے،حالات میں گھر کر صبر کی چادر اوڑھ لینا معیت الٰہی کے سایہ میں آنے کی طرح ہے۔

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ}(۱)

مصیبت،مصیبت بھیجنے والے رب سے بڑی ہوئی نہیں ہے،حضرت موسیٰؑ کو ولادت کے بعد سمندری لہروں کے حوالے کیا گیا تھا،بظاہر پرخطر لمحہ تھا،درحقیقت جس فرعون سے خوف تھا اسی کے محل میں پرورش کا نظام بنایا گیا تھا،بنی اسرائیل کے سہارے کا فیصلہ آپ علیہ السلام کے ذریعہ کیا گیا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو ایک نیا سبق دیتا ہے،بھائیوں کے حسد سے مصر کی کرسی تک ایک سبق آموز زندگی ہے،یہ سب صبر وتقوی کا نتیجہ ہے۔

{إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ}(۲)

تقوے کے موقع پر تقوی اختیار کرنا ہی سہولت وآسانی کی راہیں فراہم کرتا ہے۔"ومن يتق الله يجعل له مخرجا" مصائب کے وقت عبادت کی اہمت دوبالا ہوجاتی ہے،ان حالات میں نگاہ اس پتھر اور ڈنڈے پر ہوتی جس سے ضرب لگی ہے،جس نے ضرب لگائی

(۱)البقرۃ۱۵۳:

(۲)یوسف۹۰:

ہے ادھر سے غفلت ہوجاتی ہے،جس کے نتیجہ میں فرائض وصبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے، حضرت علیؓ سے عین جنگ کے موقع پر بھی تسبیح فاطمہ نہ چھوٹی تھی،مسلم شریف کی روایت ہے کہ مشکل حالات میں اللہ کی عبادت سے غافل نہ ہونا ہجرت الی اللہ کی طرح ہے ''الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ''

حالات کی وجہ سے ناامید نہ ہوں

پست ہمت نہ ہوں ،اپنے کو تنہا نہ سمجھیں،سیلاب کی روانی کی طرح اپنے ارادوں کو مضبوط اورفولادی کریں،آج وقت آپ کے ساتھ نہیں؛مگر رب الوقت آپ کے ساتھ ہے، رات کے بعد دن کا آنا طے ہے،تاریکی بڑھے تو یقین رکھیں کہ صبح کا سورج قریب ہے،وبائی امراض کے بعد آبی حادثات کا پیوند نصرت الہی کی اذاں ہے،آپ تنہا جی رہے تھے،مگر اس وقت سب آپ کے ساتھ ہیں ،قریبوں کا قرب تو مشاہد ہے ،غائبین کی دعاؤں میں آپ سرِ فہرست ہیں، حالات کا ہروقت ایک طرح رہنا زمانے کے محالات میں سے ہے۔ ''دوام الحال من المحال''۔ تاریخ شاہد ہے کہ تاریخی شخصیات کی تربیت غم والم کی چہار دیواری میں کی گئی ہے، منعم علیہ شخصیات کی زندگیاں قابل مطالعہ ہیں۔

حالات وحوادث کو دوام نہیں

حالات وحوادث سے آزمانا سنت اللہ ہے،کبھی افراد تو کبھی اقوام

''وَ نَبْلُو كُم بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ(۱)

معصیت سے مصیبت بہتر ہے،معصیت جس سے میں اپنے رب سے دور اور وہ مجھ سے ناراض ہوجاتا ہے،مصیبت میں میں اپنے رب سے قریب اور وہ مجھ سے راضی ہوجاتا ہے،مصیبت سے وہ ہمیں اپنے قریب کرنا چاہتا ہے، یہاں جب خوشی وراحت کو دوام نہیں تو

(۱) الأنبياء ۳۵ :

غم پریشانی کو دوام کیونکر ہوگا، ایمان کا امتحان ہے، کھرے وکھوٹے کی تمیز کا وقت ہے۔

مَا كَانَ اللهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۱)]

مشکل حالات میں رب کو نہ بھولیں

کرب والم میں التجاء الی اللہ نہ بھولیں، یاد رکھیں جس نے راحت رسانی میں تمھیں نہ بھولا مصیبت میں ہرگز نہ بھولے گا، اس وقت آپ کا خالق ومالک، رحمان ورحیم آپ کے بہت قریب ہے، آپ کی دعائیں صرف آپ کی نہیں بلکہ سارے عالم کے حالات بدل دیں گے، اس وقت صرف عارضی پریشانی کا حل نہ مانگیں، دائمی راحت کا سوال کریں، اسباب راحت کے ساتھ اسباب رضا بھی طلب کریں۔

(أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ) (۲)

کبھی ایسا بھی وقت آجاتا ہے کہ دعا ہی کارگر ہوتی ہے، ایسی تڑپ کے ساتھ جس طرح ڈوبتا شخص دل کی گہرائیوں سے پکارتا ہے

"ليأتين على الناس زمان لا ينجو فيه إلا من دعا بدعاء كدعاء الغريق"

اللہ سے حسن ظن بڑھائیں

اگر یہ آزمائش ہے تو اس میں کامیابی کی فکر کریں، اور اگر یہ سزا ہے تو رجوع الی اللہ کی فکر کریں، عرش سے آئی بلا عرش والا ہی ٹال سکتا ہے، سامان دنیا تو لٹ ہی گیا وسامان آخرت

---

(۱) آل عمران ۱۷۹:

(۲) النمل ۶۲:

لٹنے نہ دیجئے، اسباب تو بہہ گئے اجر کو بہنے نہ دیجئے، اللہ سے حسن ظن کو اور بڑھا دیجئے، بھاری چٹان سے نکلی روشنی سے قیصر وکسری کے محلات دیکھانے والا رب مشکل حالات ہمیں اپنا بہتر مستقبل دکھائے گا۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا * وَإِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (۱)

موجود پر شکر کریں

ہماری جان، مال، دولت ہماری نہیں ہے، ہماری رگ وروح پر اسی کا قبضہ ہے، جس نے دیا ہے اسی نے واپس لی ہے، ادنی کھوٹا لیکر اعلی وکھرا دینا چاہتا ہے، حضرت خضرؑ نے کشتی کا پلڑا توڑ دیا تھا تاکہ ساری کشتی محفوظ رہے، بچہ کی گردن موڑ کر قتل کردیا تاکہ والدین کا دین محفوظ رہے، نعمت دنیوی کے بدلے ایک لڑکی "حیصور" نواز دی گئی، جس کے بطن سے ستر انبیائے بنی اسرائیل پیدا ہوئے، گھر سے چور مال چرالے گیا، مرشد سے شکایت کی، فرمایا "شکر کرو چور نے گھر سے مال چرایا، شیطان نے دل سے ایمان نہیں چرایا" اللہ نے ایمانی فتنے سے محفوظ رکھا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں : ساحل سمندر پر خیمہ میں ایک شخص کے ہاتھ، پاؤں دونوں چلے گئے، سماعت و بصارت دونوں بوجھل ہو چکی، جسم کا بس ایک ہی حصہ اس کی سالم زبان سے کہہ رہا تھا

[اللهم أوزعنى أن أحمدك حمداً أكافيء به شكر نعمتك التي أنعمت بها عليّ و فضلتني على كثير ممن خلقت تفضيلاً]

اے اللہ مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں تیری اس قدر حمد کروں جس قدر مجھ پر تیری نعمتیں ہیں، ان نعمتوں اور جو تو نے مجھے اپنی بے شمار مخلوقات پر فضیلت دی ہے ان پر

(۱) النساء ۶۸، ۶۶

بطور شکرانہ، پوچھا اللہ تعالیٰ کی وہ کونسی نعمت ہے جس پر آپ اتنی حمد کر رہے ہیں؟ تم دیکھ نہیں رہے ہو میرے رب نے میرے ساتھ کیا کیا انعام کیا ہے؟ واللہ اگر آسمان سے میرے اوپر آگ کی بارش ہو جاتی اور مجھے جلا ڈالتی یا پہاڑوں کو اللہ حکم دے دیتا جو مجھے تباہ کر دیتے یا سمندروں کو حکم کرتا مجھے ڈو باد یتے یا پھر زمین کو حکم دیتا اور مجھے نگل لیتی جتنا بھی میرے رب کا شکر کروں کم ہے، یہ زبان کیا کسی انعام سے کم ہے، مجھے تمہاری ضرورت ہے، میرا ایک بیٹا تھا جو میری خدمت کرتا تھا، وضو کرواتا تھا، کھانا کھلاتا تھا، تین دن سے وہ کہیں گم ہو گیا تلاش کرلاؤ، بچے کو تلاش کرنے پر تھوڑی ہی دور ریتلے ٹیلے پر اس بچہ کو درندوں نے پھاڑ کھالیا، بڑی ہمت سے خبر سنائی، وہ مصیبت زدہ شخص بولا : تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے میری نسل میں ایسی مخلوق نہیں پیدا کی جو اس کی نافرمانی کرے اور جہنم میں اس کو سزا دی جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، زور کی ایک لمبی سانس لی اور وفات پا گیا، خیال آیا کہ میری مصیبت تو بڑھ گئی، اگر چھوڑ دوں تو درندے کھا جائیں گے اور اگر بیٹھا رہ گیا تو کسی نفع و نقصان پر قادر نہیں ہوں ٹ بعد میں پتہ چلا کہ یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص ابوقلابہ جزمی رحمہ اللہ ہیں ۔(۱)

نصیب کا لکھا مل کر رہے گا، کب؟ کہاں؟ کیسے؟ یہ سب میرا رب جانتا ہے، انسان سے امید کبھی مت لگائیے، پیارے اللہ سے کبھی مت ہٹائیے ۔ واللہ المستعان ۔

خلاصہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں : طوفانی بارش قدرت کی طرف سے ایک سانحہ اور ایک امتحان ہوتا ہے، جس میں لوگوں کے لئے تنبیہ ہوتی ہے اور یہ طوفان گزر جائے گا، ان شاء اللہ آہستہ آہستہ اس کے اثرات بھی ختم ہو جائیں گے؛ لیکن اس حادثہ سے جو سبق ملتا ہے وہ قابل غور ہے، ہمیں چاہئے کہ دل کی تختی پر اسے نقش کر لیں، ایسے

(۱) کتاب الثقات: ۵/ ۳۵۶۱:، سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۴۷۴

سانحات ہمیں اللہ کی طرف رجوع کرنے کا، زندگی کے تمام مرحلوں میں اعتدال پر قائم رہنے کا، انسانیت کو تکلیف پہنچانے والی باتوں سے بچنے کا، زمینوں پر ناجائز قبضہ سے باز آنے کا اور اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور برّ وتعاون کا سبق دیتا ہے۔

بارش میں سڑک کے پانی کا حکم

بارش کا پانی جو گلی اور سڑک پر کھڑا ہو جاتا ہے اس پانی کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں گٹر (نالی) کا ناپاک پانی شامل ہوگیا یا نہیں؟ تو اگر اس پانی کے چھینٹیں لباس اور جسم پر لگ جائیں تو کیا کرنا چاہیئے؟

جب تک گٹر وغیرہ کے ناپاک پانی کے شامل ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اس وقت تک گلی اور سڑک میں بارش کے جمع شدہ پانی پر ناپاک ہونے کا حکم نہیں ہے، پس اس کی چھینٹیں لباس یا جسم پر لگ جائیں تو ناپاک ہو جانے کا حکم نہ ہوگا اور احتیاط بہرحال اسی میں ہے کہ لباس اور جسم کو دھولیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۱)

بارش کے پانی سے شفا ایک حدیث کی تحقیق

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو یہ عمل بتایا کہ جو شخص بارش کے پانی پر ستر (۷۰) بار سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر اس پانی کو سات دن تک صبح شام پیئے تو اس کو ہر بیماری سے شفا حاصل ہوگی، یہ روایت کتب شیعہ میں سند کے ساتھ اور کتب اہل سنت میں بغیر سند کے منقول ہے، جو شخص یہ پانی پیئے گا اس کی رگوں سے، گوشت سے اور تمام اعضاء سے بیماری نکل جائے گی۔

عَلَّمني جبريلُ عليه السَّلام دواءً لا أحتاجُ إلى دواءِ الأطبّاء معه.
فقال أبو بكرٍ وعُمرُ وعُثمانُ رضي الله عنهم :يا رسولَ الله! نُحبّ

---

(۱) دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، جواب نمبر 54321 :

أن تُخبِرَ نا بهذا الدعاء.قال :نَعَمْ.تأخُذُ من ماءِ المطرِ, وتقرأ عليه فاتحةَ الكتابِ سبعينَ مرّةً, وآيةَ الكُرسيّ سبعينَ مرّةً, و{قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} سبعينَ مرّةً, و{قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ} سبعينَ مَرّةً و{قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النّاسِ} سبعينَ مرّةً, وتقول :لا إلهَ إلا اللهُ وحْدَه لا شريكَ له, له المُلْك وله الحَمدُ يُحْيي ويُميتُ, وهو حيٌّ لا يموتُ, بِيَدِه الخيرُ وهو على كلِّ شيءٍ قديرٌ سبعينَ مرّةً, ثم تَشْرَبُ من ذلك الماءِ سبعَةَ أيّامٍ متواليَةً, كل يومٍ قَدْرُ قَدَحٍ, والذي نفسي بيدِه إنّ جبريلَ عليه السّلام أخبَرَني أنّ الله تعالى يدفَعُ عن الذي يَشربُ هذا الماءَ كلَّ داءٍ في جَسَدِه ويُخرِجُه مِن عُروقِه ولَحْمِه وجميعِ أعضائِه.

بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ:

۱۔جن کی اولاد نہیں وہ یہ پانی پیئے تو اولاد ہوجائے گی.

۲۔جس پر بندش ہو وہ آزاد ہوجائے گا.

۳۔جس کو مستقل سر کا درد ہو وہ ٹھیک ہوجائے گا.

۴۔جس کی آنکھیں خراب ہوں وہ ٹھیک ہوجائینگی.

۵۔کان کی بیماری ٹھیک ہوجائے گی وغیرہ وغیرہ کئی بیماریوں کا اس میں ذکر ہے۔

"والذي بعثني بالحق, إنه من لم يولد له ولد وشرب من ذلك الماء هو وامرأته إلا رزقهما الله ولدا, وإن كان حصورا. وإن شرب منه المربوط يطلق بإذن الله, وقال جبريل عليه السلام :من كان به صداع الرأس وشرب من ذلك الماء نفعه بإذن الله, وإن كان به وجع العين ذهب عنه وجعه, وينتفع به من وجع الأذنين, ويشد أصول الأسنان, ويطيب الفم والنكهه, ولا يسيل من فمه اللعاب, وينقطع البلغم, ولا يتخم إذا أكل أو شرب ولا يتأذى

بالرياح، ولا يصيبه الفالج، ولا تصيبه اللقوة، ولا يشتكي من وجع سرته وصلبه، ولا وجع صدره، ولا يصيبه البرد، ولا الحكة ولا الجدري، ولا يحتاج إلى الحجامة، ولا إلى قطع العروق، ولا يصيبه الطاعون ولا الرعاف، ولا الجذام، ولا نزف الدم ولا ضيق النفس، ولا الثواليل، ولا يصير أصم، ولا أخرس ولا يصيبه الإعياء، ولا الجرب، ولا يصيبه الماء الأسود في عينيه، ولا تخرج عليه الخنازير، ولا يصيبه الفزع في منامه، ولا الوسوسة ولا تصل إليه الجن ولا الشياطين، وإن سقيت منه البهيمة أو صب عليها انتفعت بذلك أن شاء الله تعالى". (۱)

شیخ طلحہ منیار صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں: یہ عمل اس ترکیب کے ساتھ عموما روافض کی کتابوں میں نیسان (سریانی شمسی تقویم کے چوتھے مہینے) کے اعمال ووظائف میں ملتا ہے، رافضی عالم مجلسی کی کتاب (بحارالأنوار) میں یہ عمل حسین بن حسن بن خلف کاشونی کی کتاب (زادالعابدین) کے حوالے سے منقول ہے، اوراسکی سند اس طرح سے مذکور ہے:

قال الكاشونى :أخبرنا الوالد أبو الفتح، حدثنا أبو بكر محمد بن عبدالله الخشابى البلخى، حدثنا أبو نصر محمد بن أحمد بن محمد الباب حريزى، أخبرنا أبو نصر عبدالله بن عباس المذكر البلخى، حدثنا أحمد بن أحيد، حدثنا عيسى بن هارون، عن محمد بن جعفر بن عبدالله بن عمر، حدثنا نافع، عن ابن عمر . . . . فذكره"

سند مذکور (علی فرض ثبوتہ) کے بعض رواۃ اواخر سند میں معروف ہیں، باقی مجاہیل یا ضعفاء ہیں، خصوصا اوائل سند میں مذکورہ رواۃ تو روافض ہیں، مزید یہ ہے کہ اس روایت سے اہل سنت کی کتابیں خالی ہیں، اس لئے اس پر اعتماد نہیں کر سکتے، اسی طرح مذکورہ دعا کے جو

(۱) مكارم الأخلاق طبرسى، ابن زنجويه، الدر النظيم فى خواص القرآن العظيم

عجیب وغریب فضائل روایت میں بتائے گئے ہیں، اسی سے اس روایت کا موضوع ومن گھڑت ہوناواضح ہے۔

بارش کے پانی کو بطورِعلاج استعمال کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہوجائے تو وہ اپنی بیوی کے مہر میں سے تین درہم لے اوراس سے شہد خرید لے اوراس کو بارش کے پانی کے ساتھ ملا کر پی لے تو اس کو شفا ملے گییٔ کیونکہ تین اعلی چیزیں جمع ہوگئیں :بیوی کی رضامندی والامال، بارش کا پاکیزہ پانی اورشفاوالاشہد۔

" إِذَا اشْتَكَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا فَلْيَسْأَلِ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ مِنْ صَدَاقِهَا، فَلْيَشْتَرِ بِهَا عَسَلًا، فَيَشْرَبْهُ بِمَاءِ السَّمَاءِ، فَيَجْمَعُ اللهُ الْهَنِيءَ الْمَرِيءَوَالْمَاءَالْمُبَارَكوَالشِّفَاءَ"(۱)

اس روایت کی سند پرکلام کیا گیاہےیٔ کیونکہ سدی الکبیر پربعض محدثین نےسخت کلام کیا ہےاوراسی طرح یہ متشدد شیعوں میں سے تھا۔

"والسدي هو إسماعيل بن عبدالرحمن بن أبي كريمة أبومحمد القرشي مولاهم الكوفي الأعور، وهو السدي الِكبير"

خلاصہ یہ کہ بارش کاپانی پاکیزہ اورمبارک پانی ہےاوریقینااپنی تازگی اورصفائی کی بنیاد پر دیگر پانی سے اعلی بھی ہے،لیکن اس پانی کے متعلق کوئی خاص عمل کسی مستند روایت میں منقول نہیں، البتہ جس قدر منقول ہے وہ سند کے لحاظ سے کافی کمزور ہے،لہذا سوال میں مذکور روایت کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا اور اسکو پھیلانا درست نہیں۔واللہ اعلم بالصواب۔(۲)

(۱) مصنف ابن أبی شیبۃ :۵/۵۹،تفسیرابن أبی حاتم:۳/۸۶۲

(۲) تنبیہات؟؟؟؟؟،ازعبدالباقی اخونزادہ